جامعہ مدنیہ لاہور کا ترجمان

علمی دینی اور اصلاحی مجلہ

انوارِ مدینہ

لاہور

بیاد

عالمِ ربّانی محدّثِ کبیر حضرۃ مولانا سیّد حامد میاں رحمہ اللہ

بانی جامعہ مدنیہ

نگران

مولانا سیّد رشید میاں مدظلہ

مہتمم جامعہ مدنیہ، لاہور

نومبر سنہ ۱۹۹۵ء

جمادی الثانی سنہ ۱۴۱۶ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ماہنامہ

انوار مدینہ

جلد : ۴ جمادی الثانی ۱۴۱۶ھ ـ نومبر ۱۹۹۵ء شمارہ : ۲

مدیر
سید محمود میاں
مدرس و نائب مہتمم جامعہ مدنیہ لاہور

بدل اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۰روپے . . . . سالانہ	۱۱۰ روپے
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات . . . ″	۴۵ ریال
بھارت، بنگلہ دیش . . . . ″	۱۰ امریکی ڈالر
امریکہ افریقہ . . . . ″	۱۶ ڈالر
برطانیہ . . . . ″	۱۷ ڈالر

◯ اس دائرہ میں سُرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ ماہ . . . . . . سے آپ کی مُدّتِ خریداری ختم ہوگئی ہے، آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ . . . . ارسال فرمائیں۔

ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور۔ کوڈ ...۵۴۰۰۰ فون ۲۰۱۰۸۶ - ۲۰۹۰۵۲

سیّد رشید میاں طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا۔

اتمامِ حُجّت

نبیٔ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن چار بزرگوں کے ذریعہ چار قسم کے آدمیوں پر اتمامِ حجت فرمائے گا کہ انہوں نے خدا سے غافل کرنے والے حالات اور ساز و سامان کے باوجود اسے نہیں چھوڑا :

(۱) حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کے ذریعہ تمام مالداروں پر ۔
(۲) حضرت یُوسُف علیہ السلام کے ذریعہ تمام غلاموں پر ۔
(۳) حضرت ایّوب علیہ السلام کے ذریعہ تمام بیماروں پر
(۴) حضرت عیسٰی علیہ السلام کے ذریعہ سارے فقراء اور غریبوں پر
(یہ حجّت قائم کرنے کے بعد ہر طبقے کے غافلوں کو سزا دے گا)

لہ حضرت سلیمان علیہ السلام باوجود دولت مندی کے خدا کی فرمانبرداری میں مصروف رہے اور اسی طرح حضرت یوسف ، حضرت ایوب اور حضرت عیسٰی تکالیف ، غلامی و بیماری و مفلسی کے باوجود خدا کی اطاعت میں سرگرم رہے۔
(المنبہات علی الاستعداد لیوم المیعاد ص۱۰)

اِس شمارے میں

حرفِ آغاز		۳
درسِ حدیث	حضرت مولانا سیّد حامد میاںؒ	۵
سیرۃِ مبارکہ	حضرتِ اقدس مولانا سیّد محمّد میاںؒ	۸
بیعت کی شرعی حیثیّت	حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ	۱۴
فضیلتِ علم اور اہلِ علم	حضرت علامہ شمس الحق افغانیؒ	۲۱
علامہ ظہیر احسن شوق نیمویؒ	مولانا محمد ثناء الہدیٰ قاسمی	۲۸
محی السنّہ (نظم)	سرور میواتی	۴۱
نظامِ ہضم	حکیم و مولوی عبدالرحیم جالندھری	۴۳
تحفۂ اصلاحی	ڈاکٹر عبدالواحد صاحب	۴۵
حاصلِ مطالعہ	مولانا نعیم الدین صاحب	۵۲
تقریظ و تنقید		۵۶
اخبار الجامعہ	محمد عابد متعلم جامعہ مدنیہ	۶۱

رابطہ : دفتر کراچی

حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب مدظلہٗ خطیب جامع مسجد سٹی اسٹیشن کراچی

انڈیا میں رابطے کے لیے

حضرت مولانا سیّد رشید الدّین صاحب حمیدی مدظلہٗ العالی، مہتمم مدرسہ شاہی مرادآباد یو۔پی۔ انڈیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہِ الکریم امّا بعد !

اوائل اکتوبر سے اخبارات میں فوجی افسران کی گرفتاریوں کی خبریں آرہی ہیں اور حین التحریر خبروں کا یہ سلسلہ جاری ہے، مگر بجز قیاس آرائیوں کے ابھی تک کوئی حتمی خبر اور گرفتاریوں کا قطعی سبب سامنے نہیں آیا، لیکن ایک بات جو قیاس آرائیوں کی چھلنی سے چھن کر آئی ہے وہ یہ ہے کہ فوجی افسران علاقہ غیر سے اسلحہ خرید کر لارہے تھے جو آرمی ڈسپلن کی خلاف ورزی تھی۔ دوسری بات یہ کہ جتنے بھی افسران پکڑے گئے ہیں وہ سب کے سب کٹّر مذہبی ہیں۔ عسکری ذرائع اس کو فوج کا خالص اندرونی مسئلہ قرار دے رہے ہیں، جبکہ حکومتی ذرائع اور وزراء کے بیانات اس سے مختلف ہیں ان کے بیانات میں غیظ وغضب ہے اور اس کی وجہ افسران کا صوم وصلاۃ کی پابندی کے ساتھ ظاہری شکل وصورت کا شریعت کے مطابق ہونا ہے۔ ہمارا خیال بھی اس طرف جاتا ہے کہ ان فوجیوں کا اصل قصور یہی ہے کہ یہ دیندار ہیں۔ ملک کا سب سے طاقتور اور منظم ادارہ فوج ہے اور یہ حقیقت سب پر عیاں ہے کہ اسلام دشمن پارٹیاں مذہبی رجحانات کو کسی بھی درجہ میں پنپتا نہیں دیکھ سکتیں۔ خود امریکہ بہادر کی نگاہیں بھی دنیا بھر میں اسی نقطہ پر مرکوز رہتی ہیں کہ کہیں اسلامی سوچ رکھنے والے افراد اہم عہدوں پر فائز نہ ہونے پائیں۔ چنانچہ بایں وجہ فوج جیسے اہم ادارہ میں بڑے بڑے عہدوں پر اسلامی شکل وصورت اپنانے والے افراد ان کو کیونکر گوارہ ہو سکتے تھے۔ اس بات کی مزید تائید اس —— سے بھی ہوتی ہے کہ مسلم لیگ کی اعلیٰ قیادت کی جانب سے ان گرفتاریوں پر کسی قسم کا ردِّعمل سامنے نہیں آیا (حین التحریر) اگر مذہب دشمنی کے علاوہ اس کاروائی کی

کوئی اور وجہ ہوتی تو مسلم لیگی قیادت حکومت کے خلاف زمین آسمان ایک کرچکی ہوتی ، مگر چونکہ مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی میں مذہب کُشی قدرِ مشترک ہے اس لیے وہ بھی بالکل خاموش ہے ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

تحقیقات پر مامور تفتیشی ایجنسیاں یہ پہلو بھی سامنے رکھیں کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ موجودہ اسلام دشمن حکومت ہی نے سازش کے ذریعے اسلامی فکر کے حامل افراد کو فوج سے الگ کرنا چاہا ہو، کیونکہ علاقہ غیر سے تھوڑا سا اسلحہ خرید کر کشمیر لے جانے کو آرمی ڈسپلن کی خلاف ورزی تو قرار دیا جاسکتا ہے ، لیکن ایسا جرم نہیں کہا جاسکتا کہ جس کی معافی نہ ہوسکتی ہو۔ کیونکہ یہ اسلحہ ہندو بنیوں ہی کے خلاف استعمال ہوتا، مسلمانوں اور مظلوموں کی اس سے مدد ہوتی ۔ یہ بھی ہوسکتا تھا کہ حکومت چشم پوشی کرتی اور یہ اسلحہ کشمیر پہنچنے دیتی فوجیوں کو خاموشی سے آئندہ کے لیے تنبیہ کردی جاتی کہ محتاط رہیں ۔ اگر افغان جہاد کی چودہ سالہ تاریخ دیکھی جائے تو فوجی افسران کا یہ عمل جرم تو کیا ، بلکہ قابلِ حوصلہ افزائی تھا ، کیونکہ افغان جہاد میں دنیا جانتی ہے کہ پاکستان نے روس کے خلاف ہر قسم کی امداد کی اور سامانِ حرب کی مسلسل ترسیل پاکستان کے راستہ ہوتی رہی ، جبکہ اس وقت پاکستان میں اقتدار فوج کے پاس تھا اس لیے ایسا لگتا ہے کہ یہ اسی ترسیلِ اسلحہ کا تسلسل ہے ۔ بس ذرا سے رُخ کی تبدیلی ہے ۔ پہلے افغانستان تھا اب کشمیر ہے ۔

رہی یہ بات کہ یہ فوجی انقلاب لانا چاہتے تھے تو یہ بات اس لیے سمجھ میں نہیں آتی کہ فوج ایک عسکری اور ہمہ وقت مسلح قوت ہوتی ہے ۔ اس کو علاقہ غیر سے چند بندوقیں خرید کر لانے کی کیا ضرورت ہے ؟ اس کے تحت تو بڑی بڑی آرڈیننس فیکٹریاں چلتی ہیں جہاں چھوٹے ہتھیاروں سے لے کر ٹینک اور بکتر بند گاڑیوں جیسا بھاری اسلحہ دن رات تیار کیا جاتا ہے ، جبکہ زیرِ حراست افراد میں میجر جنرل اور بریگیڈیئر جیسے اہم عہدوں والے بظاہر بسہولت مسلح کاروائی عمل میں لاسکتے ہیں ان کو کیا ضرورت تھی کہ علاقہ غیر سے چند بندوقیں لاکر ملک میں انقلاب برپا کریں ؟

جیسا کہ روزنامہ جنگ مؤرخہ ۲۲ر اکتوبر میں ابتدائی تحقیق کے حوالہ سے یہ بات شائع بھی ہوچکی ہے کہ "گرفتار افسر تختہ الٹنا یا اسلامی انقلاب لانا نہیں چاہتے تھے"۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دلوں میں اسلام کی سچی محبت ڈال دے ۔

کریم

مولای صلِّ وسلِّم دائماً ابداً　علیٰ حبیبک خیر الخلق کلّھم

درسِ حدیث

استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ کے زیرِ اہتمام ہر اتوار کو نمازِ مغرب کے بعد جامعہ مدنیہ میں مجلسِ ذکر منعقد ہوتی تھی۔ ذکر سے فارغ ہو کر حضرت رحمہ اللہ حدیث شریف کا درس بھی دیا کرتے تھے۔ ذکر و بیان کی یہ مبارک اور روح پرور محفل کس قدر جاذب و پُرکشش ہوتی تھی الفاظ اس کی تعبیر سے قاصر ہیں۔

محترم الحاج محمود احمد عارف رح کی خواہش و فرمائش پر عزیز بھائی شاہد صاحب سلمہٗ نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے بہت سے دروس ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ محفوظ کر لیے تھے اور پھر دروس والی تمام کیسٹیں انہوں نے مولانا سید محمود میاں صاحب کو عطا کر دیں۔

ہماری دعا ہے کہ جن کی مہربانی، توجہ اور سعی سے یہ انمول علمی جواہر ریزے ہمارے ہاتھ لگے، حق تعالیٰ ان سب کو بیش از بیش اجر سے نوازے۔ ہم انشاءاللہ تعالیٰ یہ قیمتی لؤلؤ لالہ "انوارِ مدینہ" کے ذریعہ حضرت رحمہ اللہ کے مریدین و احباب تک قسط وار پہنچاتے رہیں گے۔

واضح رہے کہ حضرت کے خلفِ اکبر اور جانشین حضرت مولانا سید رشید میاں صاحب کے زیرِ اہتمام ذکر و درس کا یہ سلسلہ بفضلہ تعالیٰ اب بھی جاری ہے۔

ہنوز آں ابرِ رحمت درفشان است　　خم و خمخانہ با مہر و نشان است

کیسٹ نمبر ۴ سائڈ بی ۳۰ ر اکتوبر ۱۹۸۱ء

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد و آلہ واصحابہ اجمعین اما بعد عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قِیْلَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ النَّاسِ اَفْضَلُ قَالَ کُلُّ مَخْمُوْمِ الْقَلْبِ صَدُوْقِ اللِّسَانِ قَالُوْا صَدُوْقُ اللِّسَانِ نَعْرِفُہٗ فَمَا مَخْمُوْمُ الْقَلْبِ قَالَ ھُوَ النَّقِیُّ التَّقِیُّ لَا اِثْمَ عَلَیْہِ وَلَا بَغْیَ وَلَا غِلَّ وَلَا حَسَدَ[1]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کونسا آدمی سب سے افضل ہے۔ آپ نے فرمایا ہر وہ آدمی جو "مَخْمُوْمُ الْقَلْب" اور "صَدُوْقُ اللِّسَان" (زبان کا سچا) ہو۔ صحابہ کرام رض نے عرض کیا کہ صَدُوْقُ اللِّسَان کو تو ہم جانتے ہیں، مخموم القلب سے کون مراد ہے؟ آپ نے فرمایا وہ شخص ہے جو صاف دل اور پاکیزہ ہو۔ نہ اس کے ذمے کوئی گناہ ہو۔ کسی قسم کی سرکشی ہو۔ نہ دل میں کینہ ہو۔ نہ حسد ہو۔

---

[1] مشکوٰۃ ص ۴۲۵

جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی صحابی نے دریافت کیا اَیُّ النَّاسِ اَفْضَلُ کونسا آدمی سب سے افضل ہے ؟ ارشاد فرمایا کُلُّ مَخْمُوْمِ الْقَلْبِ ہر وہ آدمی جس کا دل صاف ہو بالکل ۔ یعنی ایسے صاف ہو جیسے کمرہ یا مکان جھاڑو دے کر صاف کر دیا جاتا ہے ۔

نفسانیت ہے ، خود غرضی ہے ، حسد ہے ، کھوٹ ہے یہ جس میں نہ رہے وہ سب سے افضل آدمی ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ۔

صدوق اللسان جس کی زبان سچی ہو ۔ جھوٹ سے پرہیز کرتا ہو ۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا صَدُوْقُ اللِّسَانِ نَعْرِفُہٗ صدوق اللسان کو تو ہم جانتے ہیں ، سمجھ گئے کہ بات کا سچا ہو ، جھوٹ نہ بولے ۔ جو بات کہے وہ پوری کرے ، زبان کی سچائی کے اندر بہت ساری چیزیں آجاتی ہیں ، فَمَا مَخْمُوْمُ الْقَلْبِ ۔ مخموم القلب سے کیا مراد ہے ؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفصیل فرمائی خود ، اور جو میں نے پہلے ترجمہ کیا تھا وہ ترجمہ تھا (مخموم کا مطلب ہے) صاف کیا ہوا ۔ جیسے جھاڑو دے دی جائے ۔ یعنی صاف ہو دل ۔

تو آپ نے ارشاد فرمایا ھُوَ النَّقِیُّ التَّقِیُّ وہ وہ ہے جو پاکیزہ ہو اور تقی تقوے والا ہو اللہ تعالےٰ سے ڈر کی وجہ سے گناہ نہ کرتا ہو ۔ ایک تو ہے حکومت کا ڈر ، چھوٹوں کا ڈر ، بڑوں کا ڈر ۔ بدنامی کا اندیشہ ، نیک نامی کم ہونے کا اندیشہ ۔ یہ بات نہ ہو ۔ متقی اس کو کہتے ہیں جو ظاہر اور تنہائی دونوں صورتوں میں پاکیزہ رہے ۔ بچتا رہے ۔ وہ خدا سے ڈرنے والا ہو ، لَا اِثْمَ عَلَیْہِ اس کے سر گناہ ہی نہیں ہیں وَلَا بَغْیَ اور اس کے ذمے سرکشی نہیں ۔ بغاوت نہیں ہے وَلَا غِلَّ کھوٹ نہیں ہے اس کے دل میں وَلَا حَسَدَ اور نہ ہی اس کے ذہن میں اس کے دل میں حسد ہے ۔

جس آدمی کے اندر یہ اوصاف پیدا ہو جائیں کہ " نَقِیْ " ہو صاف دل ہو ، پاکیزہ دل ہو ، صاف ہی نہیں ؛ بلکہ پاکیزہ کہنا چاہیئے ۔ " تَقِیْ " ہو خدا سے ڈرتا ہو ، یعنی خدا کی نافرمانی سے ڈرتا ہو ۔ ظاہراً اور باطناً گناہ سے بچتا رہتا ہو تو پھر لَا اِثْمَ عَلَیْہِ اس کے سر گناہ بھی کوئی نہیں رہے گا ۔ خود بخود ہی اس کے گناہ کم ہوں گے ۔ نہ ہونے کے برابر ہو جائیں گے اور جو ڈرنے والا ہے اس کے گناہ جو ہیں وہ واقعی ہی نہ ہونے کے برابر ہوں گے اور جو نہ ڈرنے والا ہے اس کا کام بڑا تکلیف دہ ہے ، یہ حالت کہ نہ ڈرتا ہو یہ

زیادہ تکلیف دہ ہوتی ہے ، کیونکہ جو ڈرتا ہے کسی درجے میں بھی تو وہ اگر گناہ میں مبتلا ہو تو بھی ڈرتا تو رہے گا اور استغفار تو کرتا رہے گا ۔ آخرت کا جب تصوّر آئے گا تو دل میں خوف ضرور آئے گا ۔ اس میں تو یہ بات پیدا ہو جائے گی اور جو ڈرتا نہیں تو وہ اگر گناہ کم بھی کرتا ہو تو بھی گناہ کی خواہش تو اس کے دل

یں ہمت ہے کر نہیں سکتا۔ اس بنا پر کہ کم ہمّت ہے یا اس بنا پر کہ کمزور ہے جسمانی طور پر، ڈاکے نہیں ڈال سکتا، چوری نہیں کر سکتا، قتل نہیں کر سکتا، ظلم نہیں کر سکتا، کیونکہ وہ کمزور ہے یا گناہوں کے کام نہیں کر سکتا۔ اس وجہ سے کہ پاس پیسہ نہیں ہے، لیکن اس کے دل میں خواہش ہے تو وہ جو چھوٹے گناہ کرتا ہے وہ ان گناہوں سے بھی توبہ نہیں کرے گا اور بڑے گناہوں کی اس کے دل میں حسرت رہے گی اور جو گناہ کوئی کرتا ہوگا تو اس کو اچھی نظر سے دیکھے گا اور یہ خواہش کرے گا کہ میں بھی ایسا ہوتا اور ایسا کر سکتا، تو یہ آدمی جس کے اندر تقویٰ نہیں ہے خدا کا ڈر نہیں ہے وہ چاہے گناہ نہ بھی کرتا ہو مگر وہ گناہوں میں شریک ضرور ہو جاتا ہے، کیونکہ وہ گناہ کے کام کا طرف دار ہے۔ ووٹ اس کا اسی طرف ہے۔ رائے اس کی اسی طرف ہے اور اس کا جی یہی چاہتا ہے کہ میں ویسے کرتا یا کر سکتا ہاں کر سکتا نہیں، کیونکہ پیسہ نہیں ہے یا جسمانی طاقت نہیں ہے۔ دونوں میں سے کوئی بات، کوئی کمی کوئی وجہ ہو رہی تھی، تو اس واسطے تقی کا درجہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے بہت بڑا رکھا ہے۔ نقی اور تقی۔ "نقی" کا مطلب دل ہی صاف ہو جائے۔ اس میں ہیں ہی نہیں خرابی کی باتیں۔ اور تقی یہ ہے کہ اوپر سے خدا سے وہ ڈرتا بھی ہے۔ جب وہ ڈرتا ہے تو گناہ بھی نہیں کرے گا اور جو گناہ ہوں گے بھی تو ڈر کی وجہ سے وہ بہت سے گناہ صاف ہوتے جاتے ہیں، کیونکہ ڈرتا رہتا ہے۔ یہ بھی سمجھتا ہے کہ اکثر عیب جو ہوتے ہیں انسان کو اپنے نظر ہی نہیں آتے۔ اکثر خامیوں پر نظر ہی نہیں جاتی تو وہ یہ سمجھتا رہتا ہے کہ مجھ سے گناہ ہوتے ضرور ہیں ہاں یہ بات الگ ہے کہ میں نہیں پہچان سکتا ان کو۔

اپنے سے انسان کو سب سے زیادہ محبت ہوتی ہے اس کے بعد دوسرے کا درجہ ہے۔ دوسرے کا درجہ جب آتا ہے تو جس سے محبّت ہوتی ہے اس کی بہت سی چیزیں نظر انداز کر دیتا ہے کہ یوں نہیں یوں ہے یوں نہیں یوں ہے اور کیا ہوا اس نے ایسے کر بھی لیا۔ بہت سی چیزوں کو نظر انداز کر دیتا ہے۔

تو جب دوسرے آدمی کی چیزوں کو نظر انداز کر دیتا ہے جس سے محبت ہوتی ہے تو اپنے آپ سے تو سب سے زیادہ محبت ہوتی ہے انسان کو۔ جہاں کہیں جان کا خطرہ ہوتا ہے بھاگتا ہے۔ پہلے اپنے آپ بھاگتا ہے پھر بھگاتا ہے دوسروں کو۔ زلزلہ آتا ہے نکل کے بھاگتے ہیں سارے اور اس میں یہ نہیں ہوتا کہ پہلے دوسرے کو اٹھا کر بھگائے بعد میں یاد آتا ہے کہ بچہ گھر میں رہ گیا۔ معصوم بچہ گھر میں رہ گیا۔ اٹھا کے لاؤ اسے تو یہ جو چیز ہے انسان کی اپنی محبت ـــــ سب پر مقدم ہے۔ اسی لیے صاف دل اور متقی شخص

(باقی بر صفحہ ۱۳ پر)

(قسط نمبر: ۳۸)

سِلسلہ مؤاخات اور سیاسی رہنماؤں کے لیے ایک سبق

حضرۃ شیخ الحدیث مولانا سید محمدؐ میاں رحمہ اللہ کی تصنیف لطیف
سیرۃ مبارکہ محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کے چند اوراق

رازِ درونِ پردہ گزران کی کیفیت

ان تمام پابندیوں اور احتیاطوں کے بعد اندرونِ نشیمن کیا حالت رہا کرتی تھی۔ ذرا جھانک کر دیکھو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ جب بھی میں کھانا کھانے بیٹھتی ہوں، طبیعت ایسی بھر آتی ہے کہ اگر چاہوں تو خوب روسکتی ہوں۔ مجھے وہ حالت یاد آجاتی ہے جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی موجودگی میں رہی۔ یہاں تک کہ اسی حالت میں دُنیا سے رخصت ہو گئے۔ خدا کی قسم کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ دونوں وقت آپ روٹی اور گوشت سے شکم سیر ہوئے ہوں[1]

میدہ آپ نے عمر بھر نہیں دیکھا۔ کبھی آپ کے لیے چپاتی نہیں پکائی گئی۔ جَو کا آٹا بھی بے چھنا پکتا تھا، یہی خوراک تھی۔ اس پر بھی دو دو ماہ گزر جاتے تھے کہ چولھے میں آگ نہیں جلتی تھی۔ دو کالی چیزیں یعنی کھجور اور پانی غذا ہوا کرتی تھی، البتہ انصاری پڑوسی دودھ بھیج دیا کرتے تھے[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ (آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خادمِ خاص) فرماتے ہیں کہ گھر[3] کے نو[4] آدمی تھے دن رات کے خرچ کے لیے ان سب کے واسطے صرف ایک صاع[5] ہوتا تھا اور ایسا بھی ہوا کہ آپ نے یہودی کے یہاں زرہ رہن رکھ کر جو منگوائے اور ایسا بھی ہوا میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لیے جو کی روٹی اور باسی چربی لے گیا۔[5] اس کے سوا کچھ نہیں تھا۔

بچھانے کا گدّا چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی[6]۔ اکثر کھرّے چارپائی پر آرام فرماتے تھے چٹائی کے پٹھے جسم مبارک میں گڑ جایا کرتے تھے[7]

---

[1] ترمذی شریف ص۵۸ ج۲ [2] بخاری شریف ص۹۵۶ [3] ازواجِ مطہرات دسویں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [4] ایک صاع کا وزن دوسو ستر تولہ (تین سیر چھ چھٹانک تقریباً ۲ کلو چھ سوگرام [5] بخاری شریف ص۳۴۱ [6] بخاری شریف ص۹۵۶ [7] بخاری شریف ص۳۳۵

وفات ہوئی تو ایک زرہ ایک یہودی کے یہاں تیس[1] صاع جو کے عوض میں رہن تھی[2]
(حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک موٹا کمبل پیوند لگا ہوا اور ایک موٹے کپڑے کی لنگی نکال کر ہمیں دکھائی اور فرمایا ان دو کپڑوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح قبض ہوئی[3]۔

وفات کے بعد ترکہ یہ تھا۔ (ضروری) اسلحہ۔ ایک خچر، قطعہ اراضی جس کو صدقہ کر دیا تھا[4]۔

ایک معمہ . . .

۷ھ میں خیبر فتح ہوا۔ اس کے بعد ازواجِ مطہرات کے نفقے مقرر کر دیئے گئے۔ ہر ایک خاتون کا سالانہ نفقہ اسی[5] وسق کھجور اور بیس[2] وسق جو[5]۔ ایک وسق[6] کا وزن پانچ من ڈھائی سیر۔ اس حساب سے اسی وسق کھجور چار سو پانچ من اور بیس[20] وسق جو ایک سو ایک من دس سیر۔ کھجور اور جو کا جو بھی نرخ مانا جائے۔ جب ایک شخص کی خوراک کے لیے مہینہ میں ایک من اور سال بھر میں بارہ من جو یا کھجور بہت کافی ہوتے ہیں تو یہ کئی سو من کی مقدار فاضل ہی تھی۔ اس کے ذریعہ زندگی بہت خوشحال بن سکتی تھی۔ پھر یہ تنگی کیوں تھی۔

جواب

کوئی حساب دان اس معمہ کو حل نہیں کر سکتا۔ قرآنِ حکیم نے اس کا جواب دیا ہے۔ جب صحابہ کرامؓ کی شان یہ بیان فرمائی :

یؤثرون علیٰ انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ (سورۃ نمبر ۵۹ حشر)

(ضرورت مندوں کو) اپنے اوپر مقدم رکھتے ہیں باوجودیکہ خود ان کو شدید ضرورت ہوتی ہے۔

اور اللہ کے پاک بندوں کی یہ شان بیان فرمائی :

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا ۝

اور کھلاتے ہیں کھانا اس کی محبت پر (جب کھانا خود ان کو بھی محبوب ہوتا ہے اور وہ خود بھی ضرورت مند ہوتے ہیں) مسکین کو، یتیم کو اور قیدی کو۔

ان آیات کو سامنے رکھتے ہوئے اگر عوام کی اقتصادی حالت معلوم ہو جائے تو معمہ حل ہو جائے گا۔

عوام کی حالت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ کی وفات کے بعد جب حضرت صدیق اکبرؓ

---

[1] تیس صاع تقریباً ڈھائی من　[2] بخاری ص۴۰۹ و شمائل ترمذی شریف　[3] بخاری شریف ص۸۶۵، ترمذی شریف ص۲۰۶ ج ۱
[4] شمائل ترمذی شریف ص۶۹　[5] بخاری شریف ص۲۱۳　[6] ایک وسق ساٹھ صاع کا اور ایک صاع تین سیر چھ چھٹانک (دو سو ستر تولہ)

کو خلیفہ بنایا گیا تو آپ کا مع اہل وعیال یومیہ وظیفہ نصف بکری[1] مقرر کیا گیا تھا، کیونکہ متوسط درجہ کے مہاجر کی یومیہ آمدنی[2] کا اوسط یہی تھا۔ یہ آمدنی فی کس نہیں، بلکہ فی گھر تھی۔

اور جب متوسط درجہ کے مہاجرین کی یہ آمدنی تھی تو غریبوں کی آمدنی کا اوسط تو فی گھر اس سے بھی کم ہوگا۔ جس کا لازمی تقاضا عمومی افلاس تھا۔ پس عمومی افلاس اور عوام کی خستہ حالی اس معمہ کا حل ہے۔ اس کی وضاحت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے اس واقعہ سے ہوتی ہے۔

خلیفۂ دوم حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں جب از سرِ نو وظائف مقرر کیے تو ہر ایک زوجۂ مطہرہ کا سالانہ وظیفہ دس ہزار درہم مقرر کیا۔ اُم المؤمنین حضرۃ زینب بنت جحش (رضی اللہ عنہا) کے یہاں یہ رقم پہلی مرتبہ پہنچی تو فرمایا اللہ تعالیٰ امیر المؤمنین پر رحم فرمائے۔ یہ رقم میرے پاس بھیجی، حالانکہ میری سہیلیوں میں ایسی ہیں جو مجھ سے زیادہ باہمت ہیں وہ زیادہ مستعدی سے اس رقم کو تقسیم کر سکتی تھیں۔

---

[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے عروہ بارقی رضی اللہ عنہ کو بکری خریدنے کے لیے بھیجا تو آپ نے ایک دینار ان کو دیا تھا۔ یہ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کی کمال ہوشیاری تھی کہ آپ نے ایک دینار کی دو بکریاں خرید لیں (بظاہر آپ کسی گلہ میں یا کسی کے مکان پر پہنچ گئے) پھر بازار میں لاکر ایک بکری ایک دینار میں فروخت کردی دوسری بکری اور ایک دینار آقادوجہان (صلّی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے ان کو دعا دی (بخاری شریف ص۵۱۴) بہرحال اگرچہ حضرت عروہ نے ایک دینار میں دو بکریاں خرید لیں تھیں، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ایک دینار اسی لیے دیا تھا کہ عام طور پر قیمت ایک دینار کے قریب ہوتی تھی۔ پھر بازار میں ایک بکری کو ایک دینار میں فروخت کر دینا اور خریدار کا ایک بکری کو بلا تکلّف ایک دینار میں خرید لینا بھی یہی بتاتا ہے کہ بازار میں عام قیمت تقریبًا ایک دینار ہی ہوتی تھی۔ اس صورت میں نصف بکری کا وظیفہ مقرر کرنے کا مفہوم یہ ہوا کہ نصف دینار یومیہ حضرت ابوبکرؓ کے گھر کے خرچ کے لیے مقرر کیا گیا۔ دینار کی قیمت عام طور پر دس درہم ہوتی تھی (فتح القدیر باب الجزیہ) اس کے بعد نصف بکری یومیہ کے بجائے دو ہزار درہم اور جب آپ نے عیالداری کی مزدوریں پیش کر کے اضافہ کی فرمائش کی تو ڈھائی ہزار درہم (تقریبًا سات درہم یومیہ) (تاریخ الخلفاء ص۵۸) ایک درہم ساڑھے تین ماشہ کا مانا جائے تو دو تولہ چھ ماشہ چاندی یومیہ۔ حضرت صدّیق اور ان کے اہل و عیال کے لیے مقرر کیے گئے۔

[2] تاریخ الخلفاء ص۵۸ مجتبائی بحوالہ طبقات ابن سعد۔

جب پیش کرنے والوں نے کہا، محترمہ! یہ تقسیم کرنے کے لیے نہیں ہیں۔ یہ تو آپ کے جیب خرچ کے لیے ہیں تو فرمایا، اچھا۔ یہاں ڈال دو۔ ان کو رکھوا کر ان پر کپڑا ڈلوا دیا اور اپنی خادمہ سے فرمایا، کپڑے کے نیچے ہاتھ ڈال کر فلاں خاندان کے لیے رقم نکالو۔ فلاں خاندان کے لیے نکالو۔ اسی طرح خاندان شمار کراتی رہیں اور ان کے لیے رقومات علیحدہ کراتی رہیں۔ خادمہ نے کہا، سیدہ میں بھی تو حاضر ہوں۔ کچھ میرے لیے بھی، فرمایا جو کچھ کپڑے کے نیچے رہ گیا ہے وہ تمہارا ہے۔

خادمہ نے کپڑا اٹھایا تو صرف پچاسی درہم باقی تھے۔ وہ اس کو عطا فرمادیئے۔

یہ تھا اسلامی سوشلزم۔ اگر اس کو سوشلزم کہا جاسکتا ہے جو تقسیم دولت کا قانون نہیں بنواتا، بلکہ دلوں میں دولت سے نفرت اور غریبوں کی ہمدردی کا وہ جذبہ بھر دیتا ہے کہ ان کو اطمینان جب ہی ہوتا ہے جب پوری دولت تقسیم ہو جائے اور امیر غریب کی سطح پر آجائے اسی کو تزکیہ کہا جاتا ہے کہ بُخل، حبِ مال اور حرص وطمع کے جراثیم سے وہ پارۂ گوشت پاک وصاف ہوجائے جس کو دل کہا جاتا ہے۔

نتیجہ: یہ بحث بظاہر بے محل ہے، مگر جب شروع ہوگئی تو اب یہ بھی ملاحظہ فرمایئے کہ یہ اقتصادی نظام جس کی بنا مساوات پر رکھی گئی تھی۔ جس کے لیے دولت مند غریب کی سطح پر آگئے تھے وہ کتنی جلد کامیاب ہوا اور کیسا کامیاب ہوا۔

(۱) حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا وظیفہ یومیہ نصف بکری معین کیا گیا یعنی پانچ درہم یومیہ۔

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے دو سالہ دورِ خلافت میں درج رجسٹر مسلمانوں کے وظائف مقرر کیے تو اسی نسبت سے یعنی فی کس پانچ درہم یومیہ[۱]۔

حضرت عمرِ فاروق رضی اللہ عنہ نے فضائل، خدمات اور مناصب کا لحاظ کرتے ہوئے وظائف مقرر فرمائے جو بارہ ہزار درہم سالانہ تک[۲][۳] تھے۔ جہاں تک عام مسلمانوں کا تعلق تھا تو یہ ضابطہ مقرر کر دیا کہ جیسے ہی

---

[۱] کتاب الخراج للامام ابی یوسفؒ ص۴۵ [۲] کتاب الاموال لابی عبید حدیث ۶۴۶ ص۲۶۳

[۳] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارہ ہزار درہم سالانہ باقی تمام ازواج کے دس دس ہزار۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور تمام مہاجرین کے جو غزوہ بدر میں شریک تھے پانچ پانچ ہزار۔ حضراتِ انصار جو بدر میں شریک تھے ان کے چار چار ہزار۔ (کتاب الاموال لابی عبید حدیث نمبر ۵۴۹۔ ص۲۲۴)

بچہ پیدا ہو اس کا وظیفہ جاری کر دیا جائے۔ اس کے علاوہ یمن کا علاقہ زرخیز تھا تو وہاں یہ حالت ہوگئی کہ ایسے ضرورت مند نہ رہے جن کو زکوٰۃ دی جا سکے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ یمن کے والی (گورنر) تھے انہوں نے جو زکوٰۃ و صدقات کی رقمیں وصول کیں ان کا ایک تہائی مرکزی بیت المال (مدینہ) میں بھیجا، مگر بجائے مبارکباد کے حضرت فاروقِ اعظمؓ کی جانب سے تنبیہہ نامہ پہنچا :

آپ کو یمن اس لیے نہیں بھیجا گیا کہ وہاں سے چندہ یا جزیہ وصول کر کے یہاں بھیجیں، آپ کو اس لیے بھیجا گیا ہے کہ وہاں کے اہلِ استطاعت سے زکوٰۃ و صدقات وصول کریں اور اسی علاقہ کے ضرورت مندوں پر تقسیم کر دیں۔ پھر آپ نے یہ رقم کیسی بھیجی۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا :

سب کو دے دیا گیا جب یہاں کوئی لینے والا نہ رہا تو یہ فاضل رقم بھیج دی۔

اگلے سال حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے نصف اور تیسرے سال کی پوری رقم مرکزی بیت المال میں بھیج دی اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس مرتبہ بھی اتنی سختی سے لکھا تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا دو لفظی جواب یہ تھا :

ما وجدت احداً یاخذ منّی شیئاً

کوئی نہیں ملا جو مجھ سے کچھ لے لے [1]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کا دَور شروع ہوا تو مدینہ کی یہ حالت ہوگئی کہ لوگ زکوٰۃ کی رقم لیے پھرتے تھے اور کوئی شخص ایسا نہیں ملتا تھا جو اسے قبول کر لے۔

۷ھ میں خیبر فتح ہوا تھا۔ اس وقت سے اسلامی مملکت اس قابل ہوئی تھی کہ کسی درجہ پر مالی نظام قائم ہو سکا۔ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت ۲۳ھ سے شروع ہوا۔ اس سولہ سال کے عرصہ میں پوری مملکت کی یہ حالت ہوگئی کہ غریبی کا نام و نشان نہیں رہا [2]۔ ساتھ ساتھ تعمیرات کا سلسلہ شروع ہوا تو وہی مدینہ

---

[1] کتاب الاموال لابی عبید حدیث ۱۹۱۱ ص ۵۹۶

[2] اس نظام کی بنیادیں اتنی مضبوط تھیں کہ شدید خانہ جنگی کے باوجود خوش حالی کا دور دورہ رہا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت یعنی خلافت راشدہ کے تیس سال ختم ہونے کے بعد اگرچہ وصول اور خرچ کے بارہ میں وہ احتیاط باقی نہیں رہی تھی، مگر جو اقتصادی

(باقی اگلے صفحہ پر)

جس میں قبہ دار پھاٹک ناپسند فرمایا گیا تھا اب اس کی تعمیرات محدود علاقہ سے آگے بڑھ کر کوہِ سلع تک پہنچ گئیں جو اُحد کے قریب مدینہ سے تقریباً چار میل کے فاصلے پر ہے۔

(بقیہ: درسِ حدیث)

کی تعریف کی گئی ہے، کیونکہ اس کی برکت سے وہ اپنے کو تباہی سے بچا لیتا ہے اور یہی خوبی بڑھتے بڑھتے دوسروں کو بھی تباہی سے بچانے کا سبب بنتی ہے اور یوں یہ سلسلہ چلتا ہی رہتا ہے یہاں تک کہ خیر شر پہ غالب آجاتی ہے اور دُنیا میں امن و راحت کے ساتھ اخروی فلاح کی نعمت عظمیٰ بھی نصیب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک اعمال کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) ساکھ قائم ہو چکی تھی وہ قائم رہی۔ جس کی ایک مثال یہ تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت سے تقریباً ۵۰ سال بعد جب حضرت عمر بن عبدالعزیز (المتوفی رجب ۱۰۱ھ) نے نظامِ حکومت اپنے ہاتھ میں لیا تو آپ نے عبدالحمید بن عبدالرحمٰن (گورنر عراق) کو حکم بھیجا کہ وظائف مقررہ ادا کر دیں۔ گورنر صاحب نے تعمیل حکم کے بعد رپورٹ بھیجی کہ تمام وظائف ادا کیے جا چکے ہیں تب بھی کافی رقم باقی ہے۔ دربارِ خلافت سے حکم صادر ہوا آپ کے صوبہ میں جتنے مقروض ہیں ان کا جائزہ لو اور ان سب کا قرض ادا کر دو جو فضول خرچی کی بنا پر مقروض نہ ہوئے ہوں۔ گورنر صاحب نے تعمیل کے بعد رپورٹ بھیجی کہ سب مقروضوں کے قرض ادا کیے جا چکے ہیں تب بھی رقم باقی ہے۔ حکم صادر ہوا جن نوجوانوں کے نکاح نہیں ہوئے ان کے نکاح کرا دیجئے اور مہر اس رقم سے ادا کر دیجئے۔ گورنر صاحب نے اس حکم کی تعمیل کے بعد بھی یہی رپورٹ بھیجی کہ رقم باقی ہے۔ حکم صادر ہوا جو غیر مسلم کاشتکار جزیہ ادا کرتے ہیں ان کا جائزہ لیجئے۔ ان کو تقاوی کی ضرورت ہو تو ان کی تقاوی دے دیجئے۔ کہ وہ آسانی اور سہولت کے ساتھ زمین بو سکیں۔ کتاب الاموال لابی عبید ص۲۵۱ حدیث ۶۲۱

آئندہ شمارہ میں

حضرت مولانا سید ارشد مدنی دامت برکاتہم استاذ الحدیث دارالعلوم دیوبند کا وہ خطاب نذرِ قارئین کیا جائے گا جو آپ نے ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۶ھ بروز ہفتہ بعد نمازِ عشا جامعہ مدنیہ میں جلسۂ تقسیم انعامات کے موقعہ پر فرمایا تھا۔ انشاء اللہ (ادارہ)

اداره انوارِ مدینہ کی جانب سے رسالہ میں شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا سیّد حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز کی تقاریر شائع کرنے کا اہتمام کیا جارہا ہے۔ حضرت مدنی رحمہ اللہ کے متوسلین و خدام سے اپیل ہے کہ اگر ان کے پاس حضرت کی تقاریر ہوں تو ادارہ کو ارسال فرماکر عنداللہ ماجور ہوں۔ (ادارہ)

بیعت کی شرعی حیثیت

شیخ الاسلام حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنی رحمہ اللہ

کھوٹے اور کھرے

مگر جیسے ہر جماعت کے اندر کھوٹے اور کھرے ہوتے ہیں اسی طرح سے اس جماعت میں بھی کھوٹے داخل ہوگئے ہیں جن کا مقصد اپنی خواہشوں کو پورا کرنا ہے۔ دین کو جال بناکر کے دُنیا حاصل کرنا ہے۔ ہر زمانے میں ایسے ہوتے رہے ہیں اور ہر جماعت میں ایسے ہوتے ہیں۔ ایسوں کی برائی کی وجہ سے اس فن کے اندر برائی نہیں پیدا ہوتی۔ ہاں اسی واسطے مولانا رُوم نے فرمایا ؎

اے بسا اِبلیس آدم روئے ہست
پس بہ ہر دستے نہ باید داد دست

بسا اوقات شیطان آدم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے بھیس میں آئے گا۔ تم کو سوچنا چاہیئے، سمجھنا چاہیئے، مقدمہ تمہارا سرکاری ہوتا ہے تو ہر وکیل کو وکیل نہیں بناتے، آپ سوچتے ہیں۔ ہر ڈاکٹر کو اپنا معالج نہیں بناتے، ہر حکیم کے پاس علاج کے لیے نہیں جاتے، بلکہ آپ سوچتے ہیں، سمجھتے ہیں، دیکھتے ہیں کون حکیم قابل ہے، اس کے پاس جائیں۔ دُنیا میں بھی یہ معاملہ ہے اور اللہ کی رضا و خوشنودی یا آخرت کے واسطے جو بھی ملا اس کے ہاتھ پر بیعت ہوگئے، چاہے اچھا ہو یا بُرا ہو۔ نماز کا پابند نہیں، روزہ کا پابند نہیں، شریعت کا پابند نہیں، بیعت کرتا ہے، عورتوں کی بے پردگی کے ساتھ۔ جناب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کی جو بیعت کرتے تھے تو ہاتھ میں ہاتھ رکھ کر کے یا اگر بڑا مجمع ہوا تو کپڑا پکڑا کر کے

عورتوں سے بیعت کا طریقہ

مگر عورتوں کی بیعت کرتے تھے، کبھی ہاتھ سے ہاتھ ملا کر کے نہیں کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں بخاری میں یہ روایت کئی جگہ آئی ہے کہ:

وَاللّٰہِ مَا مَسَّتْ یَدُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدَ امْرَأَۃٍ قَطُّ اِنَّمَا بَایَعَھُنَّ بِالْقَوْلِ۔ او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ کسی عورت کے ہاتھ سے چھوا نہیں گیا۔ بیعت کرنے کے وقت پردہ کے باہر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم بیعت کرتے تھے زبان سے، یا کپڑا دے دیا گیا۔ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑھ کر متقی پرہیزگار کون ہوسکتا ہے؟ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام تو کسی اجنبی عورت کو سامنے نہ کریں، ہاتھ سے ہاتھ نہ ملائیں اور بیعت اس طرح سے کریں، مگر آج یہ گمراہ شیطان اثر والے لوگ کہتے ہیں عورتوں سے کہ ہمارے سامنے آؤ، پردہ اٹھادو۔ ہم قیامت ہیں، محشر میں تم کو پہچانیں گے کیسے؟ جب تک کہ ہم تمہارا چہرہ نہ دیکھ لیں۔ تم تو ہماری بیٹیاں ہو، تم تو ہماری پوتیاں ہو، نواسیاں ہو، ہم سے پردہ کیا؟ یہ تمام شیطانی کاروائیاں ہیں۔ سب کے آقا حضرت محمّد صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ سب عورتیں ان کی بیٹیاں ہیں۔ قرآن شریف میں فرمایا گیا وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّھَاتُھُمْ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں تمام مؤمنین کی مائیں ہیں۔ جو وہ مائیں ہیں آپ کی بیویاں، تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) باپ ہوئے۔ بعض قرأۃ میں ہے وَھُوَ اَبُوْھُمْ، مگر باوجود اس کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو بے پردہ سامنے نہ آنے دیں اور ہاتھ سے ہاتھ نہ ملائیں، مگر آج ایسے غلط کار لوگ ہیں کہ جو پردہ اٹھاتے ہیں، بدن دبواتے ہیں، ہاتھ پیر دبواتے ہیں، تنہائی کے اندر جمع ہوتے، یہ سب کی سب غلط بات ہے، ناجائز بات ہے۔ جو شخص ایسا کرتا ہے وہ پیر نہیں شیطان ہے۔ ایسے پیروں سے بچنا چاہیئے، تو اس واسطے سوچنے کی بات ہے۔ اِتَّقُوا اللّٰہَ کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ ــــ وَاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ۔ حکم دیا گیا

کہ جو ہماری طرف دھیان رکھتا ہے۔ ہماری طرف لوٹتا ہے، اس کے راستے پر چلو۔ اسی کو مولانا روم فرماتے ہیں ؂

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہ ہر دستے نہ باید داد دست

بسا اوقات ابلیس آدم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے بھیس میں آتا ہے تو تم کو سوچنا چاہیئے۔ ہر ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینا چاہیئے۔ دُنیا کے کام تو پرکھ پرکھ کر کرتے ہو، نہ تجارت نہ مقدمہ بازی نہ علاج، اور جتنی چیزیں ہیں پرکھ پرکھ کر کرتے ہو، مگر یہ کیسی بیوقوفی ہوتی ہے کہ کوئی آدمی ہو کسی کو جہاں سُنا کہ یہ پیر صاحب ہیں بس وہاں جاکر بیعت کرنے لگیں، یہ غلط چیز ہے، غلط راستے پر چلنے لگتے ہیں۔ سچّوں کے ساتھ رہو۔

خدا کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں

اور پھر جو کام کرو اس کے اندر یہ بھی دیکھ لو کہ یہ کام خلافِ شریعت تو نہیں، اگر اس نے کہا کہ کسی بُت کو سجدہ کرو، کسی قبر کو سجدہ کرو، کوئی کام خلافِ شریعت کا حکم کرے تو کوئی بھی ہو لَا طَاعَۃَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَۃِ الْخَالِقِ۔ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ایک شخص کو ایک لشکر کا سردار بنایا اور لشکر کو جہاد کے لیے بھیجا اور کہا کہ اس سردار کی تابعداری کرنا۔ وہ ایک جگہ پہنچتا ہے۔ کچھ لوگوں نے اس سے مذاق کیا تو اس کو غصّہ آگیا۔ اس نے سب کو کہا کہ لکڑی جمع کرو۔ سبھوں نے لکڑی جمع کی، کہا کہ اس میں آگ لگاؤ۔ اس میں آگ بھی لگادی۔ اب کہتا ہے ان لوگوں سے کہ آگ میں کود جاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے تم کو حکم دیا تھا کہ میری تابعداری کرنا، تو بعضے لوگوں نے ارادہ کیا کہ کود جائیں، کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تابعداری کا حکم دیا تھا، دوسرے لوگوں نے پکڑا اور کہا کہ ہم نے تو حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری آگ سے بچنے ہی کے واسطے کی ہے کیا آج ہم آگ میں ان کے حکم سے جائیں، اس میں کچھ کھینچا تانی ہوتی رہی۔ اتنے میں آگ بجھ گئی اور اس صحابی کا جو سردار تھا اس کا غصّہ بھی جاتا رہا، معاملہ رفع دفع ہوگیا۔ جہاد سے جب لوٹ کر کے آئے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے سامنے یہ واقعہ ذکر کیا گیا (تو آپ صلی اللہ علیہ وسلّم

بہت خفا ہوئے دونوں پر، سردار پر تو خفا ہوئے ہی، ان لوگوں پر بھی جو کودنے کا ارادہ کرتے تھے آپ فرماتے ہیں کہ:

لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِیْ مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ اِنَّمَا الطَّاعَةُ فِی الْمَعْرُوْفِ

کسی کی تابعداری اللہ کی نافرمانی میں نہیں ہے۔ سردار کی تابعداری کا حکم ہے معروف میں، شریعت کے موافق باتوں میں۔ ایسی بات میں کہ جو شریعت کے خلاف ہے کسی کی تابعداری نہیں اگر مرشد کہتا ہے کہ تم بت کو سجدہ کرو، قبر کو سجدہ کرو تو ہرگز اس کی تابعداری نہیں۔ ایسے مُرشد کو دفع کرنا چاہیئے۔ وہ ایسی باتیں تلقین کرتا ہے جس کی وجہ سے اس کے مُرشد ہونے کو باقی رکھا جائے؟ وہ شیطان ہے تو آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں ایسا پیش آیا۔ بعضے بیوقوف کہتے ہیں کہ ؎

بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

اس کے معنی غلط بیان کرتے ہیں۔ اگر مرشد خلافِ شریعت کوئی بات حکم کرتا ہے۔ صریح شریعت کے خلاف، تو ہرگز اس کی تابعداری نہیں۔ بہرحال بیعت کرنا امرِ شرعی ہے اور سلوک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی تابعداری ہی کرنے کا نام ہے۔ اللہ کی رضا جوئی اور خوشنودی ہی کرنے کا نام ہے، جو کچھ کمال ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبّت کرنا، آپ کے حکم پر چلنا اسی میں نجات ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ : او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام

تم میں سے کوئی کامل ایمان والا نہیں ہوسکتا، پورا مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے باپ سے، اس کے بیٹے سے، تمام لوگوں سے زیادہ محبوب اور پیارا نہ ہو جاؤں . . . . . رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے محبت زیادہ سے زیادہ ہونی تمام دنیا سے، تمام خاندان سے بڑھی ہوئی ہونی ضروری ہے۔ آج ہم اپنی بیوقوفی کی وجہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم

سے محبّت کا دعویٰ بھی کرتے ہیں اور ان کے طریقہ کو چھوڑتے ہیں ۔ ان کی صورت سے ہم نفرت کرتے ہیں ، ہم ان کے دشمنوں کی صورت بناتے ہیں ۔ لارڈ جارج اور کرزن اور فرنچ فیشن ان لوگوں کی صورتیں بناتے ہیں ، ان کے فیشن کو اپنا فیشن بناتے ہیں ۔ ڈاڑھیاں کترواتے ہیں ۔ بال انگریزی فیشن کے ، انگریزی طریقہ کے رکھتے ہیں ، لباس ویسے پہنتے ہیں ، کام ویسے کرتے ہیں ۔ یہ انتہائی غلطی ہے ۔ اور اس کی وجہ سے خداوندکریم کی رحمت ہم سے دُور ہوتی ہے ، خدا کا غضب ہماری طرف متوجّہ ہوتا ہے ۔

میرے بھائیو! سمجھنا چاہیئے ، غلط طریقہ پر نہ چلنا چاہیئے ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے : قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ ۔ اے محمّد ! صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم کو اللہ کی محبّت ہے ۔ اللہ کی رضا اور خوشنودی چاہتے ہو تو اس کا ایک ہی طریقہ ہے وہ یہ کہ تم لوگ میرا اتباع کرو ، اللہ تعالیٰ تم سے محبّت کرنے لگیں گے ۔ حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلم تاکید فرماتے ہیں : واعفوا اللحیٰ و قصّوا الشّوارب وخالفوا المشرکین ۔ مشرکوں کی صورت اور سیرت سے بچو اور خلاف کرو اور ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کترواؤ ۔ آج ہماری بیوقوفی کی وجہ سے ہمارے اندر یہ غلطی پیدا ہوگئی ہے کہ صورت غیروں کی ، اللہ اور رسول ؐ کے دشمنوں کی بنانے کے اُوپر ہم فخر کرتے ہیں ، ڈرنا چاہیئے کہیں جناب باری سبحانہٗ وتعالیٰ کی ہمارے اُوپر گرفت نہ ہوجائے ۔ غضب نہ ہوجائے ۔ اس لیے صورت اور سیرت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بنائیے ۔

تاکید ذکر اللہ

اور اللہ کے ذکر سے غافل مت ہوئیے ، میرے بھائیو ! یہ عمر عزیز جو ملی ہوئی ہے اس کو غنیمت سمجھیئے ۔ جس قدر ممکن ہو اللہ کا ذکر اس وقت کر لیجئے ۔ بہت بڑی نعمت ہے اللہ تعالیٰ کا ذکر ۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں : لِکُلِّ شَیْءٍ صقالۃٌ وصقالۃ القلوبِ ذکر اللّٰہ ۔ ہر چیز کے مانجنے کی ، ملمع کرنے کی ، چمکانے کی چیزیں ہوتی ہیں ، دلوں کے صاف کرنے کا ملمع کرنے کا ذریعہ اللہ کا ذکر ہے ۔ پھر فرماتے ہیں : مَا مِنْ عَمَلٍ اَنْجٰی مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ ۔ کوئی چیز اللہ کے عذاب سے اس قدر بچانے والی نہیں ہے ، کوئی امر اللہ کے عذاب سے اس قدر بچانے والا نہیں ہے ، جتنا کہ اللہ کا ذکر بچانے والا ہے ۔ اللہ کا ذکر خدا کے غضب سے ، خدا کی پکڑ سے ، خدا کے غصّے سے جس قدر بچاتا ہے اللہ کا ذکر

اور کوئی چیز نہیں بچاتی۔

ڈاڑھی کا منڈانا یا خشخشی کرانا، ایک مٹھی سے کم کو کتروانا شریعت میں جائز نہیں ہے۔ اگر پکّا ارادہ ہے کہ شریعت کے موافق داڑھی رکھیں گے تب تو بیعت ہوئیے اور اگر پکّا ارادہ نہیں ہے شریعت کے موافق ڈاڑھی رکھنے کا تو چلے جائیے، کیوں صاحب سب وعدہ کرتے ہیں؟ کہ شریعت کے موافق داڑھی رکھیں گے اور جو حکم ہے شریعت کا ہے اس کے اُوپر چلیں گے؟ (مجموعی آوازیں ڈاڑھی رکھیں گے، شریعت پر چلیں گے۔)

بیعت	تو جس طرح نماز میں بیٹھتے ہو دوزانو اس طرح بیٹھ جائیے اور کپڑے کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیجیے:

الحمدللہ ، الحمدللہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمن بہٖ ونتوکّل علیہ ونعوذُ باللّٰہِ من شرورِ انفسنا ومن سیّئات اعمالنا من یّھدہ اللّٰہ فلا مُضِلّ لہٗ ومن یّضللہُ فلا ھادی لہٗ ونشھد أن لاّ الٰہ اِلاّ اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شریك لہٗ ونشھد انّ سیّدنا ومولانا مُحمّدًا عبدہٗ ورسولہٗ ۔ صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وبارك وسلّم

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْآ اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ فَسَیُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا ٥

کہیے اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْكَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

گواہی دیتا ہوں میں کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی عبادت کیے جانے کے قابل نہیں، اکیلا ہے وہ کوئی اس کا شریک نہیں، اور گواہی دیتا ہوں میں کہ ہمارے سردار اور ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

ایمان لایا میں اللہ تعالیٰ پر جیسا کہ ہے وہ اپنی ذات میں اور اپنی صفات میں اور اپنے افعال میں اکیلا ہے وہ ، کوئی اس کا ساجھی اور شریک نہیں اور ایمان لایا میں کہ حضرت مُحمّد صلی اللہ علیہ وسلّم اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ جو کچھ انہوں نے فرمایا وہ سب حق ہے اور ایمان لایا میں اللہ تعالیٰ کے سب پیغمبروں پر اور اس کے سب فرشتوں پر اور اس کی سب کتابوں پر اور قیامت کے دن پر اور تقدیر پر ، داخل ہوا میں دینِ اسلام میں سچے دل سے ، بری اور بیزار ہوں میں سب دینوں سے سوائے دینِ اسلام کے ، بیعت کی میں نے جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ہاتھوں پر بواسطہ ان کے خلفاء کے۔ عہد کرتا ہوں میں کہ شرک نہ کرونگا ، کفر نہ کروں گا ، بدعت نہ کروں گا ، چوری نہ کروں گا ، زنا نہ کروں گا ، کسی کو ناحق قتل نہ کرونگا کسی پر بہتان نہ باندھوں گا ، جہاں تک ہو سکے گا خدا اور اس کے رسول کی ہمیشہ ہمیشہ اطاعت اور فرمانبرداری کرتا رہوں گا ، اپنی طاقت بھر گناہوں سے بچتا رہوں گا ، اور اگر کبھی کوئی گناہ ہو گیا تو بہت جلد توبہ کروں گا۔ توبہ کرتا ہوں میں اپنے سب گناہوں سے ، اگلے ہوں یا پچھلے چھوٹے ہوں یا بڑے ، ظاہر ہوں یا پوشیدہ ، جن کو میں جانتا ہوں اور جن کو نہیں جانتا۔ اے اللہ ! تو سب کچھ سُنتا ہے ، تو سب کچھ دیکھتا ہے ، تو سب کچھ جانتا ہے ، تجھ سے کچھ چُھپا ہوا نہیں ، تو گناہوں کا بہت معاف کرنے والا اور رحیم ہے ، تو توبہ کو بار بار قبول کرنے والا اور کریم ہے۔ میری توبہ قبول فرما اور میرے گناہوں کو بخش دے۔ بیعت کی میں نے حسین احمد کے ہاتھوں پر طریقۂ چشتیہ صابریہ اور طریقۂ چشتیہ نظامیہ اور طریقۂ نقشبندیہ اور طریقۂ قادریہ اور طریقۂ سہروردیہ میں۔ اے اللہ ! میری بیعت قبول فرما اور مجھ کو ان سلسلوں کے بزرگوں کے طفیل میں اپنی سچی محبّت اور کامل ایمان عطا فرما ، میرا خاتمہ ایمان پر ہو اور آخرت میں جناب رسول اللہ علیہ وسلم کا ساتھ اور آپ کی شفاعت اور جنّت نصیب ہو۔

دُعا : اس کے بعد خفی دُعا فرمائی جیسا کہ حضرتؒ کا معمول تھا۔

فضیلتِ علم اور اہلِ علم

تقریر : حضرۃ علامہ مولانا شمس الحق صاحب افغانی رحمہ اللہ

ترتیب : حبیب الرحمٰن اشرف

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط قُلْ ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۔ (پ ۲۳ - ع ۱۵)

معزز حاضرین ، علماء واساتذہ کرام اور طلبۂ جامعہ مدنیہ ! میں نے قرآن مجید کی ایک آیت پڑھی ہے۔ اس وقت مجھے تین باتیں عرض کرنی ہیں۔ پہلی بات علمِ دین کا مقام، دوسری علم دین سے متعلق فرائض اور تیسری علم کے فرائض سے کوتاہی کے نقصانات ۔

مقامِ علم اور اہلِ علم

علم دین اور اہلِ علم کا مقام اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ اس آیت میں تین الفاظ ایسے استعمال ہوئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں علم دین اور عالم کا مقام بہت اُونچا ہے۔ قرآن کی عام اصطلاح یہ ہے کہ اہم اعلان شاہی طریقہ سے کیا جاتا ہے۔ خود ہر حکومت کا یہ دستور ہے کہ ضروری اعلان ایک خاص طریقہ سے کرتی ہے۔ حکومت روزانہ کوئی نہ کوئی کام کرتی ہی رہتی ہے، لیکن جب اہم معاملہ ہوتا ہے مثلاً جنگ ، ون یونٹ ، قحط وغیرہ تو باقاعدہ اعلان کیا جاتا ہے ، قرآن بھی مقاصدِ مہمہ کے متعلق باقاعدہ اور شاہی اعلان لفظِ "قُل" سے کرتا ہے۔ یہاں بھی اہمیت کے لیے لفظ "قل" سے اعلان فرمایا ، ارشاد ہے :

قُلْ ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۔

(بتلا دیجیے کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں ؟ سمجھتے وہی ہیں جو عقل والے ہیں ۔)

علمی نکتہ

علامہ تفتازانیؒ نے لکھا ہے کہ "استفہامِ انکاری" بعض اوقات توبیخ کے لیے ہوتا ہے تو گویا یہاں اللہ تعالیٰ نے ڈانٹ پلائی عالمِ دین اور غیر عالمِ دین کو برابر کرنے والے کو، جو شخص غیر عالمِ دین کو خواہ گورنر ہو یا بادشاہ یا یورپ کی یونیورسٹیوں کا سند یافتہ، عالمِ دین کے برابر سمجھے گا وہ حق تعالیٰ کے قہر اور اس کی ڈانٹ کے نیچے آجائے گا، کیونکہ علمِ دین کا مقام بہت اُونچا ہے۔ جو علمِ دین نہیں رکھتا ہے تو وہ خواہ کرہ ارضی کا واحد بادشاہ کیوں نہ ہو عالمِ دین سے کم ہے۔ اللہ اپنے کلامِ عظیم میں کسی کا صرف نام لے لے تب بھی فخر ہے، کیونکہ اس کی ذات بہت بلند ہے، لیکن یہاں تو عالمِ دین کی نہایت زوردار تعریف فرمائی ہے۔

علمی نکتہ

"تیسری بات جو اس آیت میں بیان ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ باوجودیکہ یَعْلَمُوْنَ فعل متعدی ہے لیکن اس کا مفعول ذکر نہیں کیا، یعنی یہ تو فرمادیا گیا کہ علم رکھتے ہوں، لیکن یہ ذکر نہیں کیا گیا کہ کس چیز کا علم رکھتے ہوں، کیونکہ بتانا یہ ہے کہ جب علم کا لفظ بولا جاتا ہے تو مفہوم اس کا متعین ہوتا ہے۔ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ جیسے جوتی کا مفہوم متعیّن ہے کہ پاؤں کے لیے ہوتی ہے اور جیسے ٹوپی کا کہ سر کے لیے ہوتی ہے (یعنی جوتی کے تلفظ کے ساتھ اگر پاؤں کا ذکر نہ بھی کریں تو بھی سمجھ میں آجاتا ہے کہ یہ پاؤں کے لیے ہے۔ اسی طرح ٹوپی کے تلفظ سے اس کا مفہوم اور مقام یعنی "سر" لامحالہ سمجھ میں آجاتا ہے وغیرہ) اسی طرح علم کا مفہوم بھی متعین ہے۔ یعنی "علمِ دین"۔ مطلب یہ ہے کہ علم کا متعلق دین ہے۔ گو علوم دنیویہ بھی ہوتے ہیں، لیکن قرآن نے مفعول کو حذف کر کے بتلایا کہ یہ علمِ دین اتنا متعین ہے کہ ذکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ جب بھی علم کا لفظ بولا جائے گا تو سب سے پہلے علمِ دین ہی سمجھا جائے گا۔ اس تعین کی وجہ سے اس کے (یعنی مفہومِ علم یا مفعول یعلمون کے) تذکرہ کی حاجت نہیں۔ دیکھیں! علمِ دین بھی علم ہے اور علمِ دُنیا بھی علم ہے، لیکن جس علم کا "معلوم" بلند ہو گا وہ علم بھی بلند اور جس کا "معلوم" پست وہ علم بھی پست ہوتا ہے۔ علمِ دنیا رکھنے والے رومیوں کو (یعنی اہلِ یورپ کو کیونکہ قدیم جغرافیہ میں روم یورپ کا نام ہے مفسرین کی تحقیق یہی بتاتی ہے) خدا تعالیٰ نے قرآن میں لَا یَعْلَمُوْنَ کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے۔ اسے معلوم تھا کہ یہ ہوا پر اڑیں گے۔ یہ کریں گے، وہ کریں گے، لیکن پھر بھی انہیں لایعلمون (یعنی بے علم) کہا۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے: یَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ۝ (پ ۲۱ ع ۴)

(یعنی دنیا کی زندگی کی ظاہری باتیں جانتے ہیں اور آخرت سے غافل ہیں۔)

مطلب یہ کہ دنیا کو تو جانتے ہیں، لیکن آخرت سے بے خبر ہیں اور آخرت کے مقابلہ میں یہ دنیا صفر ہے۔

یہ بھی غور کریں کہ اگر علم فقط دانستن (جاننا) کا نام ہے پھر تو امورِ مملکت کو جاننے والا وزیرِ اعظم اور ٹٹی کا علم رکھنے والا (بھنگی) برابر ہیں، کیونکہ دانستن میں دونوں شریک ہیں۔ تو کیا کوئی وزیرِ اعظم بیرسٹر اور ایم اے کے مقابلہ میں کسی بھنگی کو تعلیم یافتہ کہے گا؟ ہرگز نہیں۔ بھائی! علم اگر صرف دانستن کو کہتے ہیں پھر تو سب کو تعلیم یافتہ کہنا چاہیے، لیکن چونکہ بھنگی کا "معلوم" (جو چیز وہ جانتا ہے) پست ہے اس لیے اس کا علم بھی پست ہے اور اس لیے کوئی اسے تعلیم یافتہ نہیں کہہ سکتا، تو حق تعالیٰ کے نزدیک یہ دنیا پاخانہ سے بھی کم ہے اس لیے دنیا کا علم جاننے سے کوئی عالم نہیں کہلایا جا سکتا۔

آگے فرمایا: اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُو الْاَلْبَابِ۔ (یعنی عقل والے ہی اس کو سمجھتے ہیں)

یہاں حصر کا کلمہ ارشاد فرمایا۔ جب یہ اعلان کر دیا کہ دین کا عالم سب سے اُونچا ہے۔ چاہے غیر عالم کرۂ ارضی کا واحد بادشاہ کیوں نہ ہو۔ اب فرماتے ہیں کہ جو عالِم دین کو غیر عالم کے برابر سمجھتا ہے وہ بے عقل ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے روایت کی ہے کہ قیامت کے دن پہلے انبیاء شفاعت کریں گے، پھر علماء، پھر شہداء، معلوم ہوا کہ عالمِ دین کا عہدہ بہت بڑا عہدہ ہے۔ اس کا مقابلہ دنیا کا کوئی عہدہ نہیں کر سکتا۔ یہ ہوا مقامِ علم اور مقامِ علماء۔

عالم کے فرائض

ہر عہدہ کے ساتھ فرائض ضرور ہوتے ہیں۔ عہدہ جتنا بڑا ہوتا ہے، فرائض اتنے ہی زیادہ ہوتے ہیں۔ چپڑاسی کے فرائض سے تحصیلدار کے فرائض زیادہ ہوتے ہیں اور تحصیلدار کے فرائض سے کمشنر کے اور کمشنر کے فرائض سے گورنر کے فرائض زیادہ ہوتے ہیں۔ گویا عہدہ کے مطابق فرائض ہوتے ہیں۔ عالِم دین کا عہدہ چونکہ تمام عہدوں سے بڑا ہے اس لیے اس کے فرائض بھی سب سے زیادہ ہیں۔

ارشاد ہے: وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (پ ۴ - ع ۲)

(اور چاہیئے کہ تم میں سے ایک جماعت ایسی ہو جو نیک کام کی طرف بلاتی رہے اور اچھے کاموں کا حکم کرتی رہے اور بُرے کاموں سے روکتی رہے اور وہی لوگ نجات پانے والے ہیں)

فرمایا جو دعوتِ خیر دے، یعنی نیکیاں پھیلائے، برائیاں مٹائے، وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں، تو عالم بن

جانے کے بعد خطیب، استاذ، ٹیچر دینیات وغیرہ بن جانے سے فرائض ختم نہیں ہوتے، بلکہ یَدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ خطیب خطابت کے علاوہ، ٹیچر ٹیچری کے علاوہ لوگوں کو بھلائی کی دعوت بھی دے۔

فرائض سے کوتاہی کے نقصانات

عالم جو علم حاصل کرے اسے اپنے سینہ تک محدود نہ رکھے، بلکہ پھیلائے۔ اگر پھیلانے کی سعی کی تو فرض ادا کیا، ورنہ اس گورنر یا کمشنر کی طرح ہے جو عہدہ تو بڑا لیے ہوئے ہے، لیکن صبح سے شام تک سویا رہتا ہے۔ کام کوئی نہیں کرتا۔ عہدہ کے متعلق فرائض ادا نہیں کرتا۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ سب سے بڑا عذاب اس عالم کو ہو گا جس کے علم سے دوسروں کو فائدہ نہ پہنچے۔ ایک طرف اگر عالم دین کو بہت بڑا عہدہ دیا گیا تو دوسری طرف بہت سے فرائض اس کے ذمے لگا دیئے گئے اگر ان فرائض کو بجا لایا تو یہ علم سراپا منفعت ہے ورنہ سراپا مضرت ہے۔

خداوند کریم نے عالم کو بہت بڑا عہدہ اور عزّت دی ہے جس کی قدر کرنی چاہیئے۔ اگر آپ کہیں کہ آجکل تو کوئی عزّت نہیں۔ آج کل اگر عزّت ہے تو صاحب اقتدار یا اربابِ دولت کی ہے تو یہ شیطانی وسوسہ ہے۔ اللہ کی نظر میں عالم دین ہی عزیز ہے۔

حدیث شریف میں ہے: خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَ عَلَّمَہٗ۔ (تم میں بہتر وہ ہے جو سیکھے قرآن مجید اور سکھائے۔)

حدیث میں "خیریت" کا مقام ذکر ہے۔ اس میں معلّم سے متعلم کو مقدم رکھا ہے۔ یا تو اس لیے کہ تعلّم (یعنی سیکھنا) پہلے ہوتا ہے۔ تعلیم (یعنی سکھانا) بعد میں اور یا اس لیے کہ متعلم کو اکثر سفر کرنا پڑتا ہے معلّم کو نہیں۔ معلم تنخواہ پاتا ہے متعلم نہیں پاتا۔ معلّم کو اور بھی بہت سی ایسی سہولتیں میسر ہوتی ہیں جو متعلّم کو میسر نہیں ہوتیں۔ اس لیے متعلم کی تکالیف کے پیش نظر خیریت کے مقام میں اس کو مقدم فرمایا۔

لطیفہ

ایک دفعہ مجھ سے کسی نے پوچھا کہ تم کہتے ہو کہ عالِم دین کی بہت عزّت ہے، لیکن ایسا نہیں آجکل ان کی کوئی عزّت نہیں۔ میں نے کہا کہ کس کے ہاں عزّت نہیں خدا کے ہاں یا لوگوں کے ہاں؟ اس نے کہا لوگوں کے ہاں۔

اس زمانہ میں لیاقت علی خان وزیرِ اعظم تھے۔ میں نے جواب میں کہا کہ ایک آدمی ہے اس کی لیاقت علی خان کے ہاں تو بڑی عزّت ہے مگر "رام کلا" کے دل میں اس کی کوئی قدر و منزلت نہیں (رام کلا میرا

ملازم تھا جو میرے بنگلے کی صفائی کرتا تھا) بتاؤ وہ شخص عزّت والا ہے یا نہیں۔ اس نے کہا وہ شخص یقیناً عزّت والا ہے جس کی عزّت لیاقت علی خان کرتا ہے بھلا وہ کیسے صاحب عزّت نہیں ہوگا۔ ہزار رام کلے اسے ذلیل سمجھیں، جب لیاقت علی خان کے ہاں اس کی عزّت ہے تو رام کلا کون ہوتا ہے۔ میں نے کہا کہ رام کلا تو پھر بھی لیاقت علی خان کے ساتھ انسانیت میں شریک ہے، کیونکہ انسانی صفات دونوں میں پائی جاتی ہیں، لیکن خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں تو دنیا کے بڑے سے بڑے آدمی کی بھی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔ تو جب وہ آدمی ذلیل نہیں جس کی عزّت لیاقت علی خان کرتا ہے تو وہ کیسے ذلیل اور بے عزّت ہوسکتا ہے جس کی خدا کے ہاں عزّت ہو۔

ایک قصّہ

ایک دفعہ کوئٹہ کی ایک مسجد میں والیٔ قلات نے مجھ سے کہا کہ علماء کی کوئی عزّت نہیں ہے کیا وجہ ہے؟ میں ابھی جواب دینے بھی نہ پایا تھا کہ مسجد کے دروازے پر ایک عورت نے مجھ سے کہا، مولوی صاحب! میرے اس لڑکے کو دم کردو اور ہاتھ پھیرو۔ یہ بیمار ہے۔ والیٔ قلات کھڑے دیکھتے رہے۔ میں نے لڑکے کو دم کرکے والیٔ قلات سے کہا کہ خدا نے آپ کے سوال کا جواب مجھ سے پہلے دیدیا۔ غور کیجئے میں پشاور کا رہنے والا ہوں۔ یہاں کا رہنے والا نہیں۔ یہ عورت بھی بلوچ ہے اور آپ بھی بلوچ ہیں، ہے بھی آپ کی رعایا، لیکن کیا وجہ ہے کہ اس نے آپ سے ہاتھ پھیرنے کو نہیں کہا اور مجھ سے کہدیا؟ کیا میرے ہاتھ سونے کے اور آپ کے چاندی کے ہیں۔ دیکھئے! اس عورت نے مجھے اہلِ علم میں سے سمجھا۔ علم کی عزّت اس کے دل میں تھی اس لیے مجھ سے کہا اور آپ سے نہ کہا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ (پ ۲۸ - ع ۲)

(تم میں اللہ ایمانداروں کے اور ان کے جنہیں علم دیا گیا ہے درجے بلند کرے گا۔)

علم کی عزّت رہے گی۔ یہ قدر و منزلت رہتی دنیا تک باقی رہے گی۔ غریب مولوی جس کے پاس پاؤ بھر آٹا بھی نہیں ہوتا لوگ اس کے پاس تو برکت کے لیے ہاتھ پھروانے آتے ہیں، لیکن والسرائے وغیرہ کے پاس نہیں جاتے۔ کیوں؟ اس لیے کہ خدا نے علماء کو خاص ہی عزّت دی ہے۔

تکالیف

علمِ دین کے ساتھ ساتھ تکالیف بھی ہوتی ہیں۔ یہ وراثتِ نبوّت ہے۔ آپ تو ماشاء اللہ پھر بھی اچھے ہیں۔ گذشتہ علماءِ کرام نے تو بہت زیادہ تکلیفیں برداشت

گی ہیں۔ ابوحیان توحیدی سلیمان کے شاگرد تھے۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ فارابی اور ابنِ سینا سے ان کا علمی مقام بلند تھا۔ وہ اپنے استاد کے متعلق لکھتے ہیں کہ ان کو ایک رائی کی بھی استطاعت نہیں تھی۔ لُغت کے سب سے بڑے امام خلیل ابنِ احمد جس جگہ پڑھاتے تھے، جب اس جگہ سے ہجرت کرنے لگے تو شاگرد بہت پریشان ہوئے۔ استاد نے کہا کاش دن رات میں اگر آدھ سیر باقلا (باقلہ) بھی ملتا تو کبھی نہ جاتا۔ لیکن نہ مجھ میں قوت ہے اور نہ تم تین سو شاگردوں میں یہ قدرت ہے کہ آدھ سیر باقلا کہیں سے لے آیا کرو۔ ایک بات یہ بھی بتادوں کہ ناواقف لوگوں کے اعتراضات سے ہرگز تنگ نہ ہونا چاہیئے، ایسا ہوتا ہی رہا ہے۔

امام رازیؒ جو بہت بڑے امام بھی تھے اور بہت بڑے دولت منبھی۔ جنہوں نے شہاب الدین غوری کو اسی لاکھ روپے دیئے تھے، گویا ان کے پاس علم کی دولت بھی تھی اور ظاہری یعنی دنیاوی دولت سے بھی مالا مال تھے۔ وہ جب منبر پر خطبہ دینے کھڑے ہوتے تو لوگ پرچیوں پر مختلف قسم کے اعتراضات لکھ کر پیش کرتے۔ آپ ان سب پرچیوں کو پڑھ لیتے، لیکن ان کا جواب نہ دیتے۔ جواب میں صرف یہ شعر کہہ دیا کرتے تھے۔

اَلْمَرْءُ مَادَامَ حَيًّا يُسْتَهَانُ بِهٖ   وَيَعْظُمُ الرُّزْءُ فِيْهِ حِيْنَ يُفْتَقَدُ

آدمی جب تک زندہ رہتا ہے اسکی بے قدری کی جاتی ہے اور جب وہ (مرکر) جاتا رہتا ہے تو اس کا فقدان بڑی مصیبت ہوتی ہے۔

میرے عزیز طلبہ! کسی کی ترشروئی سے ہرگز دل برداشتہ نہ ہوں، لوگوں کے اعتراضات کی پروا نہ کریں، علم کو سیکھیں، پھیلائیں۔ خود بھی اس پر عمل کرتے رہیں اور لوگوں کو بھی عمل کی دعوت دیں۔ یاد رکھو عمل کے بغیر علم وبال ہے۔

حضرت مدنی قدس سرہٗ

میں ایک دفعہ دیوبند گیا۔ وہاں حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر مہمان ہوا۔ حضرت مدنیؒ خود گھر نہیں تھے۔ میں رات کو ایک کمرے میں سویا ہوا تھا۔ کروٹ جو بدلی تو آنکھ کھلی۔ دیکھا تو مولانا مدنیؒ ایک چٹائی پر جو میری چارپائی کے بالکل قریب تھی لیٹے ہوئے تھے۔ سر کے نیچے اینٹ رکھی تھی۔ مجھے بہت شرم آئی۔ خیال کیا کہ حضرت کو اب جگانا مناسب نہیں ہے۔ ذرا دیر ہوئی تو دیکھا کہ حضرت مدنی نوافل میں مشغول ہیں۔ صبح ہوئی تو پوچھا کہ حضرت! یہ کیا غضب کیا۔ نیچے کیوں آرام فرمانے لگے۔ مجھے اٹھایا کیوں نہیں۔ فرمایا یہ اکرام ضیف (عزتِ مہمان) ہے۔ کیا آپ نے یہ حدیث نہیں پڑھی: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ (جو

کوئی اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔ اس کو لازم ہے کہ مہمان کی عزت کرے) پھر فرمایا دیکھئے! آج مولوی پڑھتے تو ہیں، مگر عمل نہیں کرتے۔ میں اپنے ساتھ ایک من کے قریب کوئٹہ کے عمدہ انگور لے گیا تھا۔ وہ حضرتؒ نے حاضرینِ مجلس میں تقسیم کر ڈالے۔ گھر سے خادمہ آئی۔ کہنے لگی سنا ہے افغانی صاحب انگور لائے ہیں۔ گھر کے لیے بھی دیدیجئے۔ فرمایا، اب آگئی ہو، وہ تو تقسیم بھی ہو گئے۔ پھر روٹی کھانے کا وقت آیا تو ہاتھ دھلانے کے لیے خود لوٹا اٹھایا۔ میں نے عرض کیا، حضرت! یہ کیا کر رہے ہیں؟ میں خود دھولوں گا، مگر وہ دھلانے پر مُصر رہے۔ میں نے پھر عرض کیا کہ جناب اس لڑائی سے کیا فائدہ؟ میری طبیعت مکدر ہو گی، طبیعت پر بوجھ رہے گا۔ کیا یہی اکرامِ ضیف ہے۔ اکرامِ ضیف تو یہ ہے کہ بوجھ نہ پڑے۔ فرمایا شرعی حکم میں بوجھ ہو تو رہے۔ شرعی حکم اکرام ہے وہ میں بہرحال بجا لاؤں گا خواہ بوجھ ہو یا نہ ہو۔ پھر میں نے کہا کہ رات حضرت نے آرام تو کیا ہی نہیں۔ فرمایا صرف آج رات نہیں گذشتہ نو راتوں میں ایک لمحہ بھی نہیں سو سکا۔

(واہ مدنیؒ! تجھ پر خدا کی کروڑوں رحمتیں نازل ہوں)

اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے نیک لوگوں کے نقشِ قدم پر چلائے۔ اللہ آپ کے علم میں برکت دے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

اعلانِ داخلہ

المعراج الیکٹرو ہومیوپیتھی میڈیکل کالج پراسپکٹس فری جوابی لفافہ بھیج کر منگوالیں۔ کورس ڈی۔ای۔ایچ ایم، بی۔ای۔ایچ۔ایم، ڈی۔ڈی۔ایس۔سی۔ ڈاک کورس طلبہ و طالبات داخلہ لے سکتے ہیں۔ دو طریقے اپناتے ہیں: (۱) ریگولر کلاسز (۲) بذریعہ خط وکتابت۔ تعلیم بذریعہ ڈاک۔

پتہ: المعراج الیکٹرو ہومیوپیتھی میڈیکل کالج کریم پارک نزد ایجنسی بیپسی کولا لاہور۔ المعراج فری ہسپتال کریم پارک نزد ایجنسی بیپسی کولا لاہور۔

نوٹ: وفاق المدارس کے فارغ التحصیل علماء بھی داخلہ لے سکتے ہیں۔

شخصیات　　قسط : ۱

علامہ ظہیر احسن شوق نیموی رحمہ اللہ

مولانا محمد ثناء الہدیٰ قاسمی استاذ مدرسہ احمدیہ ابابکر پور ویشالی

تیرہویں صدی ہجری میں مطلع ہند پر جن نابغۂ روزگار شخصیتوں کا ظہور ہوا ان میں ایک روشن ستارہ علامہ ظہیر احسن شوق نیموی تھے۔ علامہ ۴ جمادی الاول ۱۲۷۸ھ کو بروز بدھ صبح کے وقت اپنی خالہ کے گھر صالح پور ضلع نالندہ (پٹنہ) میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کا تاریخی نام ظہیر الاسلام، مشہور نام ظہیر احسن اور اصل نام محمد تھا۔ کنیت ابوالخیر تھی اور دنیائے شعر و ادب کا تخلص شوق تھا۔ موضع نیمی ضلع پٹنہ آپ کا وطن مالوف تھا اور نسب اکتیسویں پشت میں سیدنا حضرت صدیق اکبر سے ملتا ہے[1]

تعلیم و تربیت

علامہ کی عمر جب ۶ سال کی تھی تو مکتب میں تعلیم کے لیے بٹھائے گئے۔ مکتب میں فارسی کی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد عربی کی تعلیم اپنے والد شیخ سبحان علی صدیقی متوفی ۱۲۹۶ھ سے پائی۔ فارسی کی تعلیم کے دوران گلستان سعدی کی شاعری و ادبیت نے ان کے ذوقِ شعری کو ابھارا اور کم سنی ہی میں اشعار کہنے لگے۔ علامہ کے اس شعری رجحان کا حال جب ان کے والد کو معلوم ہوا تو انہوں نے خفگی کا اظہار کیا، مگر چونکہ یہ ذوق فطری و طبعی تھا اس لیے بڑھتا ہی گیا۔ عربی کی ابتدائی تعلیم کے بعد عظیم آباد (پٹنہ) گئے اور وہاں عربی کے مشہور عالم شمس العلماء مولانا محمد سعید حسرت عظیم آبادی (متوفی ۱۳۰۴ھ) کی خدمت میں رہ کر عربی زبان و ادب کی تکمیل کی۔ ۱۲۹۶ھ میں مدرسہ چشمۂ رحمت غازی پور گئے اور مولانا حافظ عبداللہ صاحب سے کسب فیض کیا۔

اس وقت شمال مشرقی ہندوستان میں علماء فرنگی محل کے علم و فضل اور تفقہ کا شہرہ دُور دُور تک پہنچا ہوا تھا۔ فرنگی محل کے مسندِ درس پر علامہ عصر، فقیہ الدہر علامہ عبدالحیؒ (متوفی ۱۳۰۴ھ) متمکن تھے

---

[1] علامہ کے حالات کے لیے دیکھئے "یادگار وطن" از علامہ نیموی، "علامہ شوق نیموی" مصنفہ مولانا عتیق الرحمٰن قاسمی

اس لیے لکھنؤ جا کر ان سے کسبِ فیض کیا اور غالباً انہی کی صحبت نے علامہ میں فقہ و حدیث کا خاص ملکہ پیدا کیا جو بعد میں آثار السنن کی شکل میں ظاہر ہوا۔[1]

مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادیؒ کی خدمت میں

تمام علمی و ادبی مشاغل اور فکرِ معاش کے باوجود آپ کبھی یادِ خدا سے غافل نہیں ہوئے۔ ہر دم ذکرِ الٰہی میں لگے رہتے۔ ایک دن کسی شیخ کے دستِ حق پرست پر بیعت کرنے کی بات دل میں بیٹھ گئی تو حضرت مولانا فضل رحمٰن بن اہل اللہ بکری مراد آبادی (۱۲۰۸ – ۱۳۱۲ھ) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کے ساتھ تمام کتبِ حدیث کی سند عموماً اور مسلسلات کی سند خصوصاً ان سے حاصل کی۔ خود ہی لکھتے ہیں :

لما حضرت عنده بعد ما فرغت عن تحصيل الكتب الدرسية من المعقولات و المنقولات ، حدثني بحديث الرحمة المسلسل الاولية وهو اول حديث سمعته منه ...... ثم قرأت عليه عدة احاديث من الجامع الصحيح للامام البخاري رحمه الله العليم الباري، ثم اجازني بجميع مرويات من الاحاديث و ببعض من الاوراد التي هي لخير الدارين[2]

جب مَیں علومِ متداولہ سے فراغت کے بعد ان کے پاس پہنچا تو انہوں نے سب سے پہلے مجھے حدیثِ رحمت سنائی ...... اس کے بعد مَیں نے آپ سے بخاری شریف کی چند احادیث پڑھیں، تو آپ نے مجھے تمام مروی احادیث اور بعض ان اوراد و وظائف کی بھی اجازت دی جو دونوں جہاں کی فلاح کے لیے ہیں۔

شیخ عبدالحق مہاجر مکیؒ سے روایت حدیث کی اجازت

حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادیؒ کے علاوہ علامہ نیمویؒ کو شیخ عبدالحق مہاجر مکیؒ سے بھی روایتِ حدیث کی اجازت تھی۔ شیخ عبدالحقؒ نے علامہ کو یہ اجازت ایک خط کے جواب میں دی تھی۔ شیخ نے لکھا :

---

[1] ترجمۃ المؤلف العلام للشیخ عبدالرشید فوقانی [2] عمدۃ العناقید من حدائق بعض الاسانید للنیموی

"قد اجزت الهمام المذكور بجميع ما يجوز لی روايته من كتب الحديث ..... ومن كتب التفسير ..... وبجميع الاوراد والاذكار وغيرها اجازة عامة تامة"۔[1]

میں اس عالی ہمت شخص کو ان تمام کتبِ حدیث وتفسیر اور ان تمام اوراد واذکار کی روایت کی پوری پوری اجازت دیتا ہوں جن کی روایت کا حق مجھے حاصل ہے۔

علامہ نیموی رح کی رفعتِ شان

مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ، نے نزہت الخواطر کے تکملہ میں لکھا ہے:

كان عالی الكعب واسع الاطلاع دقيق النظر فی الحديث والرجال ونقد الحديث ومعرفة علله وطبقاته۔[2]

بڑے شریف، وسیع معلومات، حدیث ورجال اور نقدِ حدیث میں گہری نظر رکھنے والے اور اس کے طبقات وعلل سے پوری واقفیت رکھنے والے تھے۔

مولانا حکیم عبدالحئی رح (م ۱۹۲۱ء) نے علامہ نیموی رح کے تذکرہ میں لکھا ہے:

الشيخ العالم الفقيه ظهير احسن ..... احد العلماء المبرزين فی الفقه والحديث۔[3]

شیخ، عالم، فقیہ ظہیر احسن ... فقہ وحدیث کے ماہر علماء میں سے تھے۔

محدثِ کبیر حضرت علامہ کشمیری رح نے علامہ نیموی رح کی جلالتِ شان سے متاثر ہو کر دو طویل قصیدے علامہ کی شان میں کہے ہیں جن میں سے ایک قصیدہ کے کچھ اشعار مندرجہ ذیل ہیں:

كثير العلم فی فهم عزيز — وسيع الحفظ فی فضل ارتقاء

رحيب الباع فی رائ مصيب — طويل الطول فی وسع الذكاء

---

[1] عمدة العناقيد من حدائق بعض الاسانيد للنيموی [2] [3] نزهة الخواطر ۸/۲۰۶ مولانا ابوالحسن علی ندوی کا یہ تکملہ الگ سے نہیں ہے، بلکہ اصل کتاب میں قوسین میں جا بجا واقع ہے۔ شاید اسی وجہ سے ڈاکٹر عتیق الرحمان صاحب نے اس اقتباس کو مولانا حکیم عبدالحی کے تاثر میں ذکر کیا ہے۔ جبکہ نزہۃ الخواطر کی آٹھویں جلد کے مقدمہ میں مولانا علی میاں مدظلہ، نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ قوسین میں جو عبارت ہے وہ میری طرف سے اضافہ ہے۔

فذا ھو رحلۃ الآفاق طرا   وحافظ عصرہ اھل اقتداء
وحید العصر محسود الندید   سدید القول فی حسن الصفاء
رفیع القدر ذو القدر الرفیع   باعلال الروایۃ و انتقاء
ظھیر الحق مولانا الظھیر   اضاء الارض فی نور اھتداء

آپ بڑے ذی علم، کثیر الفہم، وسیع الحافظہ، بلند رتبہ، بالادست، ٹھوس رائے، اونچی فضیلت، بہترین ذکاوت والے، مرجع خلائق، حافظ حدیث، مقتدا، یکتائے روزگار انسان ہیں۔ آپ ہمسروں میں قابلِ رشک، قول کے پختہ، روایت کی تعلیل و انتخاب میں عظیم المرتبت حق کے مددگار مولانا ظہیر نے روئے زمین کو نورِ ہدایت سے منور کر دیا۔

اور آخر میں جب سارے صفات کے بیان سے فارغ ہوتے ہیں تو بھی علامہ کشمیریؒ پر یہ احساس غالب رہتا ہے کہ یہ قصیدہ ان کی شایانِ شان نہیں ہو سکا، چنانچہ فرماتے ہیں:

ولا یستطیع الورمدح فضلہ   مرام ذاک فی غیر الرجاء[1]

حدیث کی طرف میلان

ابتدا میں علامہ نیمویؒ کو شعر و سخن سے کافی دلچسپی تھی۔ انہوں نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ ادبی شغف کی نذر کر دیا۔ غزل، قصائد اور مثنوی لکھ کر خوب نام کمایا اور ازاحۃ الاغلاط، اصلاح، سرمۂ تحقیق، ایضاح، نغمۂ راز، سوز و گداز، یادگار وطن، سیر بنگال وغیرہ لکھ کر اساتذۂ فن کی صف میں اپنی جگہ بنائی، لیکن قسّامِ ازل نے انہیں اس کام کے لیے پیدا نہیں کیا تھا۔ قدرت کو ان سے بڑا کام لینا تھا، اس لیے خواب میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور تعبیر کی شکل میں یہ بات ذہن نشین کرائی گئی کہ تم حدیث کی خدمت کرو گے، علامہ نیمویؒ لکھتے ہیں:

"انی رأیت ذات لیلۃ فی المنام انی احمل فوق راسی جنازۃ النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فعبرت ھذہ الرویا الصالحۃ بأن اکون حاملا لعلمہ انشاءاللہ العلام ثم شمّرت عن ساق الجد واشتغلت بالحدیث حتی وفقنی اللہ تعالیٰ

---

[1] آثار السنن ۱/۱۵۵

لتالیف آثار السنن [1]

"میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ اپنے سر پر اٹھائے ہوا ہوں میں نے اس متبرک خواب کی یہ تعبیر نکالی کہ میں انشاء اللہ علم حدیث کا حامل ہوں گا۔ پھر میں نے کمر ہمت کس لیا اور حدیث میں مشغول ہوگیا۔ یہاں تک کہ خدا نے مجھے آثار السنن کے تالیف کی توفیق بخشی۔"

اس طرح جیسے جیسے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی رہی حدیث سے شغف بڑھتا چلا گیا۔ اس کے علاوہ علامہ عبدالحیؒ کی صحبت اور خاندانی ماحول نے بھی اس شوق پر مہمیز کا کام کیا۔

آثار السنن کی تالیف کی ضرورت

علامہ نیمویؒ کا زمانہ وہ تھا جس میں تقلید اور عدمِ تقلید کی بحث ہر سو جاری تھی۔ موافقت و مخالفت میں کتابیں بہ کثرت شائع ہو رہی تھیں، مناظرے ہو رہے تھے اور دیگر بحثوں کے ساتھ حنفیت کو رائے اور قیاس پر مبنی مسلک قرار دیا جا رہا تھا۔ خود علامہ کے استاذ مولانا عبدالحی صاحبؒ اور نواب صدیق حسنؒ خان کے مابین تحریری مناظرے ہوتے رہتے تھے، دوسری طرف حدیث کی کوئی ایسی کتاب نہیں تھی جو خالص محدثانہ رنگ میں ہوتے ہوئے بھی حنفی مسلک کی مؤید ہوتی۔ محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی مدظلہٗ لکھتے ہیں:

"ہندوستانی علمائے اعلام میں حنفی نقطۂ نظر سے غالباً سب سے پہلے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے ایک مجموعہ احادیث "فتح المنان فی تائید مذھب النعمان" کے نام سے تالیف فرمایا۔ یہ مجموعہ تقریباً ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے . . . مگر وہ کتاب فقہی رنگ میں لکھی گئی ہے اور اس میں یہی رنگ نمایاں ہے۔ ہندوستان ہی کے ایک اور عالم جن کا سکہ بلادِ اسلامیہ میں بھی بیٹھا ہوا ہے سید مرتضٰی بلگرامی زبیدیؒ ہیں انہوں نے بھی اس نقطۂ نظر سے ایک کتاب لکھی جس کا نام "عقود الجواھر المنیفۃ" ہے۔ اس میں فقہی مباحث نہیں ہیں، مگر اس کے ساتھ وہ جرح و تعدیلِ رواۃ اور نقدِ احادیث کے فنی مباحث سے بھی قریب قریب خالی ہے [2]۔"

---

[1] تعلیق الحسن علی ھامش آثار السنن [2] علامہ شوق نیموی، حیات و خدمات ص ۲۶۰ - ۲۶۱

ان حالات میں بہ قول علامہ نیموی "ملک کو سخت ضرورت تھی کہ حدیث شریف میں کوئی ایسی کتاب تالیف کی جائے جس میں مختلف کتبِ احادیث سے وہ صحیح و حسن حدیثیں جمع کی جائیں جو مذہبِ حنفی کی مؤید ہوں"۔ چنانچہ علامہ نے آثار السنن کی تالیف کا کام شروع کیا اور جرح و تعدیل روات اور فنی مباحث سے یہ ثابت کر دیا کہ فقہ حنفی کی بنیاد محض قیاس اور رائے پر نہیں بلکہ اس کی اساس قرآن و حدیث ہے۔ علامہ محمد یوسف بنوریؒ نے "الاتحاف لمذہب الاحناف" کے مقدمہ میں لکھا ہے:

> وكان رجال من المشتغلين بالحديث نزعت منهم نزعة من الطعن في ادلة مذهب فقيه الامة ابي حنيفة رحمه الله بانها تخالف الاحاديث الصحيحة فاضطر الى تاليف في جمع روايات صحيحة توافق مذهب الامام ... من مؤلفات خاصة في الاحكام وسماه اٰثار السنن[1]

> علم حدیث سے شغف رکھنے والے کچھ حضرات امام ابوحنیفہ کے مسلک پر طعن کرنے لگے کہ یہ صحیح احادیث کے مخالف ہیں، تو ان کو (حضرت نیمویؒ) ان روایات صحیحہ کے جمع کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی جو خاص طور پر احکام میں امام کے مذہب کے موافق ہوں۔ انھوں نے اس تالیف کا نام آثار السنن رکھا۔

فراہمی کتب

لیکن اتنی عظیم کتاب کی تصنیف کے لیے کتب احادیث و فقہ کے ایک بڑے ذخیرے کی ضرورت تھی جسے ماخذ و مراجع کے طور پر استعمال کیا جاسکے اس لیے علامہ نیمویؒ نے آثار السنن کی تالیف سے پہلے کتابوں کی فراہمی کا کام شروع کیا، زرِ کثیر صرف کیا، اسفار کیے، اخبارات میں اعلان نکالا کہ جن حضرات کے پاس حدیث شریف کی کوئی نایاب قلمی کتاب ہو اس سے مطلع فرمائیں۔ اس جدوجہد کا نتیجہ یہ نکلا کہ آپ کے ذاتی کتب خانہ میں حدیث، اصولِ حدیث، نقدِ حدیث، فقہ، اصول فقہ اور اسماء رجال کی بہت ساری اہم کتابیں جمع ہوگئیں[2] اور چند ایسی قلمی کتابیں بھی ہاتھ میں آگئیں جو ہندوستان کیا عرب میں بھی کمیاب تھیں اور جن کے دیکھنے کو

---

[1] مقدمة الاتحاف لمذهب الاحناف للبنوریؒ [2] احقر نے آثار السنن، تعلیق الحسن و تعلیق التعلیق کے ماخذ و مراجع کی ایک جامع فہرست تیار کی ہے جس میں احادیث کی متداول کتابوں کے علاوہ ایک سو دس ایسی کتابیں شامل ہیں جو آج بھی نایاب و کم یاب ہیں۔

اہلِ علم کی آنکھیں ترستی تھیں[1]

ایک دوسرا فائدہ ان مساعی کا یہ ہوا کہ آپ کی رسائی ان کتب خانوں تک ہوگئی جس میں نادر و نایاب کتابوں کا ذخیرہ موجود تھا، چنانچہ جب مشہور عالم شیخ سعید بنارسی نے آپ کی تصنیف حبل المتین کے حوالہ جات پر اعتراضات کیے اور دریافت کیا کہ آپ نے اپنی کتاب میں معجم کبیر، مسند حمیدی اور مسند ابن راہویہ کے جو حوالے دیئے ہیں وہ آخر کہاں موجود ہیں تو آپ نے لکھا:

"پنجاب کے شہر بہاول پور میں جناب مولوی شمس الدین مرحوم کا نامی کتب خانہ ہے... انہی کے کتب خانہ میں معجم کبیر بخط ولایت موجود ہے[2] ـــــ ہندوستان میں ایک نہیں مسندِ حمیدی کے تین نسخے ہیں۔ ایک نسخہ مکرمی جناب مولانا مولوی محمد سعید صاحب مفتی عدالتِ عالیہ حیدر آباد کے کتب خانہ میں، دوسرا نسخہ میرے مکرم دوست جناب مولوی شیخ احمد مکی جن کا اکثر قیام بھوپال میں رہتا ہے ان کے پاس ہے، مگر یہ نسخہ پورا نہیں ناقص ہے تیسرا نسخہ شفیقی مولوی عبدالحق صاحب ساکن کرنول ضلع مدراس کے پاس ہے۔ میں نے وہ حدیث اسی کرنول کے نسخے سے نقل کی ہے۔ اس میں بعینہٖ وہ روایت موجود ہے[3] مسند احمد راہویہ کا پتہ اگر آپ کو نہیں لگا تو مجھ سے سنئے کہ قاہرہ کے کتب خانے میں یہ کتاب موجود ہے[4]"

آخر میں تحدیثِ نعمت کے طور پر لکھتے ہیں:

"اللہ کے فضل و کرم سے ایسے ایسے نامی کتب خانوں کی اطلاع رکھتا ہوں کہ بڑے بڑے شائقین حدیث کو جن کی خبر تک نہیں اور بے شک میرے لیے بڑا فخر ہے کہ ایسی ایسی نایاب کتابیں نظر سے گزری ہیں جن کو دیکھنے کو لوگوں کی آنکھیں ترستی ہیں[5]"

آثار السنن کی تالیف کا آغاز اور طباعت

علامہ نیموی نے آثار السنن کی تالیف کا آغاز ۱۳۰۶ھ سے کچھ قبل کیا اور مشاغل کی کثرت، نایاب کتابوں کی فراہمی میں دقت اور علائقِ زمانہ کے باوجود ۱۳۱۳ھ میں کتاب الصلوٰۃ تک

---

[1] آثار السنن ص۱ [2]، [3] ردالسکین ص۱۲ [4] ایضاً ص۱۲ [5] ایضاً

مکمل کر دیا۔ مولانا عبدالرشید فوقانی لکھتے ہیں :

"ان النیموی شرع فی کتابہ آثار السنن فی السنۃ السادسۃ بعد الالف و ثلث مأۃ من الھجرۃ النبویۃ بل من قبیلھا و فرغ من تحریر اخر ابواب الصلوٰۃ من ذالک الکتاب فی الثالثۃ عشر بعد الالف وثلث مائۃ "۔

علامہ نیموی نے اپنی کتاب آثار السنن کی تالیف کا کام ۱۳۰۶ھ سے کچھ قبل شروع کیا اور ابواب الصلوٰۃ کی تکمیل سے ۱۳۱۳ھ میں فراغت پائی۔

اگرچہ کتاب الصلوٰۃ تک تالیف کا کام ۱۳۱۳ھ میں مکمل ہو گیا تھا، لیکن اس کی طباعت کا شرف پہلی بار ۱۳۲۱ھ میں احسن المطابع عظیم آباد کو حاصل ہوا۔ مولوی عبدالقادر صاحب مالک مکتبہ نے مصنف کی نگرانی میں عابد حسین صاحب سے جلی اور شاندار کتابت کرا کے شائع کرایا تھا۔ اس کی قیمت صرف ایک روپیہ علاوہ محصول ڈاک رکھی گئی تھی، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ طباعت کے اخراجات بہت حد تک خود مصنف کو برداشت کرنے پڑے تھے اور رقم اتنی نہیں تھی کہ مکمل کتاب الصلوٰۃ یکبارگی شائع کرائی جا سکے، اس لیے علامہ نیموی نے اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ خود ہی لکھتے ہیں :

"بیشتر مؤلف کا قصد تھا کہ پوری کتاب جلد اوّل کتاب الصلوٰۃ تک چھپوا کر شائع کیجائے مگر بوجہ کثرتِ مخارج و قلتِ مداخل زیورِ طبع کا پورا بندوبست نہ ہو سکا . . . بعض بعض حضرات خیراندیشانِ مذہب نے اس کے طبع میں مالی اعانت بھی فرمائی ہے . . . مگر وہ رقم چند اجزاء کے لیے کافی تھی اور اس ضخیم کتاب کے چھپوانے میں زرِ کثیر درکار ہے اس لیے مؤلف کا قصد ناتمام ہی رہا، اور ادھر اکثر طالبِ زمانہ نے اپنا بے حد اشتیاق ظاہر فرما کر سخت تقاضہ کرنا شروع کیا، ناچار جلد اول کے دو حصے کر کے حصّہ اول جس میں اکثر ابواب الصلوٰۃ اور معرکۃ الآرا مباحث درج ہیں، شائع کیا جاتا ہے "۔

آثار السنن کے پہلے ایڈیشن جزء اوّل کو دیکھنے سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ حضرتِ کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ کی مالی اعانت اور منشی محمد صادق صاحب مستری کی توجہ خاص سے یہ کتاب منظرِ عام پر آسکی۔

اس کتاب کی تصحیح اور پروف ریڈنگ کا کام بھی علامہ نیموی نے انجام دیا اور ۱۴۵ اغلاط کی فہرست مرتب کر کے اسے کتاب سے منسلک کروایا۔

جزء اوّل کی طباعت کے بعد کافی دنوں تک جزء ثانی کی طباعت کی نوبت نہیں آسکی۔ تاخیر کے اسباب پر روشنی ڈالتے ہوئے خود علامہ نیموی لکھتے ہیں :

"دوسرے حصے کے اشتیاق میں برابر خطوط آتے رہے، مگر اس کی اشاعت میں حد سے زیادہ تاخیر ہوئی۔ سبب یہ کہ مؤلف امسال مختلف امراض میں بہت بیمار رہا۔ حصہ اوّل کے جس قدر نسخے فروخت ہوئے ان کی قیمت معالجہ اور ذاتی اخراجات میں صرف ہوتی گئی اور کوئی دوسرا سامان اس کے طبع کا نہ ہوا۔ سنہ گذشتہ میں رئیس ڈھاکہ نے اس کے چھپوا دینے کا وعدہ کیا تھا، مگر ایفائے وعدہ کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔ غرضیکہ مہینوں میں یہ حصہ عدمِ سامانِ زیورِ طبع کی وجہ سے اور مؤلف کی علالت کے سبب سے پڑا رہا، آخر تحریک بعض اہلِ فضل و عمائدِ اربابِ دین، حضرات دربھنگہ نے چندہ کر کے اس کے طبع کامل اعانت فرمائی، جن کی ہمت عالیہ کی وجہ سے آج یہ دوسرا حصہ بھی بفضلہٖ تعالیٰ چھپ کر نظر افروز عالم ہوتا ہے۔"

یہ دوسرا حصہ بھی احسن المطابع نے چھاپا تھا، جس میں مصنف نے اکانوے غلطیوں کی فہرست الگ سے لگوائی تھی، اس حصہ میں علامہ نیموی کی ان تحقیقات کو بھی داخل کر دیا گیا تھا جو حصہ اوّل کی طباعت کے بعد مصنف نے کی تھیں، وہ اغلاط بھی چھوٹے چھوٹے پرزوں میں جگہ جگہ رکھ دیئے گئے جن کا علم طباعت کے بعد مصنف کو ہوا۔ کتب خانہ خدا بخش خاں میں کتب احادیث ۱۰۰۵ پر جو نسخہ ہے، ان میں ان چھوٹے چھوٹے پرزوں کو دیکھا جا سکتا ہے۔

گو یہ ایڈیشن اغلاط سے پاک نہیں ہے، لیکن پھر بھی غنیمت ہے۔ اس کے اخیر میں علامہ کشمیری کے دو قصیدے بھی شاملِ کتاب ہیں جو انھوں نے علامہ نیموی کی شان میں کہے تھے[1]۔

---

[1] آثار السنن پر جو حواشی علامہ نیموی نے خود لکھے ہیں وہ محدثانہ رنگ میں بے نظیر ہیں، لیکن اس پر ایک ایسے حاشیے کی ضرورت اب بھی باقی ہے جو ابکار المنن اور القول الحسن کو سامنے رکھ کر ترتیب دیا گیا ہو اور فقہی نقطۂ نظر اس پر غالب ہو، اسلئے کہ ہندوستان میں ہر مکتبِ فکر کے لوگ حدیث محدثانہ کم اور فقیہانہ انداز سے زیادہ پڑھاتے ہیں اور اس انداز کا کوئی حاشیہ آثار السنن پر نہیں ہے۔

آثار السنن کا تکملہ

جیسا کہ پہلے مذکور ہوا آثار السنن نے اپنی گوناگوں خوبیوں کی وجہ سے ملک کے سارے مشاہیر علماء کی توجہ اپنی طرف مبذول کرالی تھی اور سبھوں کو کام کی واقعی اہمیت اور ضرورت کا احساس ہو گیا تھا اس لیے جب علامہ نیموی کی وفات ہو گئی تو کئی ایک نے تکملہ کا کام شروع کیا، لیکن اتنا عظیم کام سب کے بس کا تو تھا نہیں اس لیے دھیرے دھیرے سب تھک ہار کر بیٹھ گئے۔

خود حضرت تھانویؒ نے احیاء السنن کی تالیف کا کام اسی انداز پر شروع کیا، لیکن عدیم الفرصتی کی وجہ سے حضرت تھانویؒ نے اس کام کو مولانا احمد حسن سنبھلیؒ کے سپرد کیا۔ مولانا احمد حسنؒ نے کتاب لکھی اور اس پر توضیح الاحسن کے نام سے حاشیہ بھی چڑھایا، لیکن حضرت تھانویؒ اس سے مطمئن نہیں ہو سکے اور مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کو اسی طرز پر ایک نئی تالیف کا حکم دیا، چنانچہ مولانا عثمانیؒ نے بیس سال کی محنت شاقہ کے بعد اعلاء السنن کے نام سے بیس جلدوں میں اس کام کو مکمل کیا۔ ایک طویل مقدمہ بھی لکھا، بعد میں عبدالفتاح ابوغدہ کی تعلیق کے ساتھ اس کتاب کے کئی ایڈیشن شائع ہوئے[1]

آثار السنن کی پذیرائی

آثار السنن جب پہلی بار منظرِ عام پر آئی تو علماء کرام نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور اپنی تصنیفات و تالیفات میں اس کے اقتباسات قولِ فیصل کے طور پر نقل کرنے لگے۔ حضرت شاہ عبدالحق مہاجر مکیؒ کو اس کتاب کا ایک نسخہ مصنف نے بھیجا تو بیحد مسرور ہوئے اور اجتماعی دعا فرمائی۔

قسطنطنیہ کے مشہور عالم محمد زاہد بن الحسن کوثریؒ نے اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

"قد الف کتابه "آثار السنن" فی جزئین لطیفتین وجمع فیهما الاحادیث المتعلقة بالطهارة والصلٰوة علیٰ اختلاف مذاهب الفقهاء وتکلم علیٰ کل حدیث منها جرحًا وتعدیلاً علیٰ طریقة المحدثین واجاد فیما عمل کل الاجادة"[2]۔

انہوں نے اپنی کتاب آثار السنن کو دو حصوں میں تالیف کیا اور اختلاف مذاہب فقہاء کے ساتھ طہارت اور صلوٰۃ سے متعلق احادیث کو اس میں جمع کیا اور تمام احادیث پر محدثانہ طرز پر جرح و تعدیل کی اور خوب کی۔

---

[1] انگریزی کے جدید علامات وقف وغیرہ اب عربی میں بھی استعمال ہو رہے ہیں۔ آثار السنن اور تعلیق الحسن و تعلیق التعلیق

باقی اگلے صفحہ پر

حضرت مولانا ظہیر احسن شوق نیمویؒ کی مشہور و معرکۃ الآراء عربی تالیف جس نے دنیائے اسلام پر حنفیت کا سکہ بٹھادیا ہے اس مفید تالیف میں ہر حدیث کے متعلق علامہ ممدوح نے مناسب مقام پر رجال اور متن پر ضروری بحث کی ہے، احناف کے لیے بہترین کتاب ہے[1]

مولانا سید حکیم عبدالحیؒ نے لکھا ہے:

"واشتغل بقرض الشعر مدة طويلة ثم وفق الله سبحانه لخدمة الحديث الشريف فشمر عن ساق الجد واشتغل بالحديث وصنف آثار السنن وهو كتاب نادر غريب[2]"

وہ مدت دراز تک شاعری میں مشغول رہے پھر اللہ تعالیٰ نے حدیث شریف کی خدمت کی توفیق بخشی تو کمر ہمت کس لیا اور حدیث میں مشغول ہوئے اور آثار السنن کی تصنیف کی۔ یہ ایک عجیب و غریب کتاب ہے۔

محدث کبیر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی مدظلہ، نے اس کتاب کی خوبیوں کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

"خالص محدثانہ رنگ میں حنفی نقطۂ نظر سے ہندوستان میں جو پہلی کتاب لکھی گئی، جہاں تک مجھے معلوم ہے آثار السنن ہے۔ میری نگاہ میں اس کتاب کی بہت قدر و قیمت ہے اور مولانا ظہیر احسن شوق کا تصنیفی شاہکار ہے[3]"

حضرت علامہ انور شاہ کشمیری علم حدیث میں اپنی تمام تر عبقریت کے باوجود آثار السنن اور اس کے مصنف سے بے حد متاثر ہوئے اور جیسا کہ پہلے لکھا گیا کہ دو قصائد بھی انھوں نے کہے اور آثار السنن پر حاشیہ بھی چڑھایا۔ جو "الاتحاف لمذہب الاحناف" کے نام سے معنون ہے اور علامہ محمد یوسف

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ میں اس کی بڑی کمی محسوس ہوتی ہے، حالانکہ علامات کے استعمال سے کتاب کا سمجھنا بہت آسان ہوجاتا ہے۔ بدقسمتی سے پاکستان کے جدید ایڈیشن میں بھی اس جانب توجہ نہیں دی گئی اس لیے نیا ایڈیشن جب بھی شائع ہو اس میں ان علامات کا استعمال بھی کیا جانا چاہیئے۔ [2] آثار علماء دیوبند فی شرح احادیث الاحکام

[1] اخبار العدل گوجرانوالہ ج ۹ مجریہ ۱۶ رجون ۱۹۳۲ء [2] نزہۃ الخواطر ۸/۲۰۶ [3] علامہ شوق نیمویؒ، حیات و خدمات ص ۲۶

بنوریؒ کے مقدمہ اور مولانا بدر عالم مہاجر مدنیؒ کے نظرِ ثانی کے بعد فوٹو کاپی کی شکل میں محفوظ کر دیا گیا ہے، احقر نے اس کا ایک نسخہ دار العلوم دیوبند کے کتب خانہ میں دیکھا ہے۔ حضرت کشمیری نے اس پر حاشیہ، بین السطور وغیرہ میں اتنا کچھ لکھ دیا ہے کہ بعض دفعہ پڑھنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ بہ قول علامہ بنوریؒ:
"حتی اصبحت صفحۃ الکتاب کالوشی الدقیق[۱]"۔ کتاب کا صفحہ باریک منقش کپڑے کی مانند ہو گیا۔

اس کے علاوہ حضرت کشمیریؒ کا معمول یہ بھی تھا کہ جو طلباء دیوبند و ڈابھیل سے فارغ ہو کر نکلتے تو وصیت فرماتے کہ ہر ایک کے پاس یہ کتاب ہونی چاہیئے۔ تمام کتب رجال پر آثار السنن کو ترجیح دیتے اور فرماتے "حضرت نیمویؒ کی تحقیق کی داد ہے[۲]"۔

---

[۱] مقدمہ الاتحاف لمذہب الاحناف

[۲] ضمیمہ القول الحسن ـــــ علامہ کشمیری کے اسی غیر معمولی التفات کی وجہ سے شیخ عبد السمیع تلمیذ مولانا عبد الرحمن مبارکپوری نے تحفۃ الاحوذی کے مقدمہ میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت کشمیریؒ اس کتاب کی تالیف میں شریک و سہیم تھے۔ کچھ ایسی ہی بات مولانا یوسف بنوریؒ نے 'الاتحاف لمذہب الاحناف' کے مقدمہ میں ذرا محتاط انداز میں تحریر کی ہے، وہ لکھتے ہیں:
"فکان الشیخ یبدی من افکار و آراء من نقص و ابرام و نقص و اتمام و کان الشیخ رحمہ اللہ کان مرافقالہ فی ذالک التالیف" ـــ چنانچہ شیخ اپنے افکار و خیالات، ایراد و اعتراض اور خامی و کمزوری کے سلسلہ میں ظاہر فرماتے رہتے تھے، جیسے کہ شیخ اس تالیف میں ان کے شریک ہوں ـــ دراصل یہ غلط فہمی حضرت کشمیریؒ کی ایک عبارت سے پیدا ہوئی جو ان کی کتاب نیل الفرقدین میں مرقوم ہے:
"کان الشیخ المرحوم حین تالیفہ ذالک الکتاب یرسل الی قطعۃ قطعۃ حتی انی کنتہ مرافقا فیہ و زدت علیہ اشیاء کثیرۃ بعدہ" ـــ شیخ مرحوم اپنی اس کتاب کی تالیف کے دوران میرے پاس ٹکڑا ٹکڑا بھیجتے رہتے تھے گویا میں اس سلسلہ میں ان کا شریک تھا اور میں نے اس میں بہت ساری چیزوں کا اضافہ بھی کر دیا۔
علامہ نیمویؒ کے صاحبزادہ مولانا عبد الرشید فوقانی نے حضرت کشمیری کی مندرجہ بالا عبارت کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے: ـــ "اس عبارت میں حین تالیفہ" سے مراد "بعد حین تالیفہ" ہے، بتقدیر المضاف و اقامۃ المضاف

(باقی اگلے صفحہ پر)

مولانا محمد نذیر حسین محدث دہلوی فرمایا کرتے تھے :

" ان الاخ النیموی حقق فی بحث الجھر بالتامین مالم یتحقق احد من المتقدمین"[1]

بھائی نیموی نے آمین بالجہر کی تحقیق اس انداز پر کی ہے جس انداز پر متقدمین میں سے کسی نے نہیں کی۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نے فرمایا :

تلقی کتابہ آثار السنن بالقبول وعنی بہ علماء ھذا الشان[2]

ان کی کتاب آثار السنن مقبولِ عام ہوئی اور علماء نے اس کی طرف بڑی توجہ دی۔

ایک دوسری جگہ تھوڑی تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے رقمطراز ہیں :

"مولانا ظہیر احسن شوق نیموی کی کتاب آثار السنن محدثانہ نقد و نظر اور مذہب حنفی کی تائید میں ایک بلند پایہ تصنیف اور ہندوستان کی فن حدیث کی تصنیفات میں ایک وقیع اور جدید اضافہ ہے[3]"

---

[1] القول الحسن لابن النیموی، ص۱۲ [2] نزہۃ الخواطر ۲۶/۸ [3] ہندوستانی مسلمان ص۵۰

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

الیہ مقامہ" یعنی کان الشیخ المرحوم بعد حین التالیف یرسل الی قطعۃ قطعۃ "۔۔۔ اس ارسال کا مقصد نیموی کا اصلاحًا نہیں بلکہ اعلامًا بما فی آثار السنن من تحقیقات جدیدات عجیبات ہے۔"

ابن نیموی کی اس تاویل سے قطع نظر حضرت کشمیری کے اس کتاب کی تالیف میں شریک نہ ہونے کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ آثار السنن کی تالیف کے زمانہ (۱۳۰۶ تا ۱۳۱۳ھ) میں حضرت کشمیری دارالعلوم دیوبند میں طالبعلمی کی زندگی گذار رہے تھے، آپ کی فراغت ۱۳۱۲ھ میں ہوئی (کما فی مقدمۃ فیض الباری) علامہ نیموی نے یہ کتاب حضرت کشمیری کے پاس اس زمانہ میں ارسال کی تھی جب آپ مدرسہ امینیہ میں تدریس کے فرائض انجام دیتے تھے۔ بعد میں حضرت نے اس پر مفید حاشیہ چڑھایا جس کی طرف آپ نے " وزدت علیہ اشیاء کثیرۃ بعد" سے اشارہ کیا ہے اور جو "الاتحاف لمذہب الاحناف" سے موسوم ہے ۱۲ شانوری

محی السنّۃ امام الائمّہ

حضرۃ امامِ اعظم ابُوحنیفہ رحمہ اللہ

فقیہہِ جیّد، فہیم یکتا، امامِ اعظم ابوحنیفہؒ
فطینِ نادر، ذہینِ اعلیٰ، امامِ اعظم ابوحنیفہؒ

مُفکّر و حاذقِ یگانہ، امامِ اعظم ابوحنیفہؒ
محقق و منطقیِ دانا، امامِ اعظم ابوحنیفہؒ

خُدا کی رحمت خدا کا سایہ، امامِ اعظم ابوحنیفہؒ

تو علم و حکمت کا وہ سمندر کہ جس کا کوئی نہیں کنارا
حریف بھی معترف ہے تیری ذکاوت و فہم و اتّقا کا

صراطِ گم کردہ راہ رَو نے نشانِ منزل تجھی سے پایا
تُو دینِ احمدؐ کی شمع روشن ہے ابنِ ثابت ابوحنیفہؒ

بہت ہی کم لوگ جانتے ہیں جو دین میں ہے مقام تیرا

تیری ذکاوت کے کارنامے ہیں حیرت انگیز رُوح پَرور
سُنے جنھوں نے بھی رہ گئے وہ یمِ تحیّر میں غرق ہو کر

خدا نے تجھ کو عطا کیا تھا عجیب ذہنِ رسا کا جوہر
زمانہ ہے آج تک تری اس ذکاوتِ بے بہا پہ ششدر

تری فقاہت کے فیض سے ہو رہے ہیں سرشار لوگ گھر گھر

فقاہت و اجتہادِ دینِ محمّدی کی بہار تھے تُم
عمارتِ قصرِ معرفت کے حسین نقش و نگار تھے تُم

حفاظتِ دینِ مصطفےٰ کے لیے خدائی حصار تھے تم
جہانِ علم و عمل میں بے شک یگانۂ روزگار تھے تُم

حضورِ اکرمؐ کی ہر ادا پر بصَد دل و جاں نثار تھے تُم

دقیق و پیچیدہ مسئلوں کو کھڑے کھڑے کر دیا معاً حل
جو آئی گتھی نظر کے آگے تو اس کے سُلجھا دیئے ہیں بَل

ذہانتِ بے بدل نے تیری نصابِ فقہ کیا مکمل
تری حقیقت کے جاننے سے رہے ہیں قاصر بہت سے پاگل

وہی ہوئے تیرے مخالف حواس جن کے ہوئے معطل

نہ حرصِ مال و منال تھی کچھ، نہ منصب و جاہ کی تمنّا | یہی تھی خواہش کہ اس جہاں میں رہوں یہیں بن کر خدا کا بندہ
حکومتِ وقت نے کیا پیش آپ کو جب قضا کا عہدہ | تو فوراً اس منصبِ قضا سے بنالیا معذرت کا حیلہ

یہی علامت ہے اتّقا کی، یہی ہے فکرِ فلاحِ عقبٰی

تو آلِ سلمانؓ فارسی ہے، حضورؐ نے دی تری بشارت | بحال ہوئی تھی تیرے ہاتھوں شریعتِ طاہرہ کی عظمت
زمانے بھر میں مُسلّمہ ہے تری شرافت تری امامت | یہ وہ سعادت ہے حق تعالیٰ جسے بھی چاہے کرے عنایت

ہزارہا گمرہوں نے پائی تری بدولت رہِ ہدایت

بزرگ و برتر خدا نے تجھ کو عطا کیا حافظہ بَلا کا | کوئی بھی عقدہ شریعتِ مصطفیٰؐ کا بے حل کیے نہ چھوڑا
تری فقاہت نے بیشتر غمزدہ دلوں کو دیا دِلاسا | انہی کمالات کی بنا پر یہ کہنا پڑتا ہے بے محابا

فلک نے ایسا فقیہہ سرورؔ زمین کے اُوپر کبھی نہ دیکھا

خدا کی تجھ پر ہزاروں رحمت امامِ اعظم ابوحنیفہؒ

سرورؔ میواتی لاہور

چار تعجّب خیز باتیں

(۱) تعجّب ہے اس شخص پر جسے موت کا یقین ہے اور پھر خوش و خرم رہتا ہے۔

(۲) جسے دوزخ کی آگ ہونے کا یقین ہے اور وہ ہنستا رہتا ہے۔

(۳) جسے تقدیر کا یقین ہے اور پھر غمگین ہوتا ہے۔

(۴) جسے دنیا کے فانی اور غیر مستقر ہونے کا یقین ہے اور وہ اس پر کیسے اعتماد کرتا اور اس سے مطمئن ہوتا ہے۔

نظامِ انہضام

قدرتِ خداوندی کا اعلیٰ ثبوت مہیا کرتا ہے

حکیم و مولوی عبدالرحیم جالندھری فیصل آبادی فاضل دیوبند

قولِ المبارکرام: القبض ام الامراض ۔ ترجمہ قبض تمام بیماریوں کی ماں (یعنی جڑ) ہے، تو بندۂ ناچیز اطبائے عظام اور عوام الناس کی خدمت میں قبض جو کہ ہر مرض کی جڑ ہے کے متعلق بیان کرے گا۔ قدرت کی کرشمہ سازی قابلِ صد ہزار تحسین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر مشینری اور اس کی کل عجیب خدا کی ہستی کا اقرار کرائے بغیر نہیں رہ سکتی، کیونکہ نظامِ ہضم پر اگر عقل کے گھوڑے دوڑائیں تو کچھ سمجھ میں نہیں آئے گا، مگر قدرت اس کو ہر مخلوق میں خواہ وہ انسان ہو، خواہ جن خواہ حیوان ہو ہر ایک چھوٹی اور بڑی چیز میں اپنی کارسازیاں ظاہر فرما رہی ہے، اب سوچنا اور اس سے کام لینا ہمارا اپنا کام ہے۔

عام مشہور ہے کہ معدہ میں آنت ہیں دانت نہیں | آٹا پیسنے کے لیے چکی ہوتی ہے۔ اگر چکی کی چال موٹی ہو گی تو دانا موٹا نکلے گا اور دلیہ بنتا چلا جائے گا۔ اور اگر چال باریک ہو گی تو آٹا باریک ہوگا۔ اب ذرا معلوم کرنے کی بات ہے کہ دانتوں کی چکی سے غذا جتنی باریک ہو گی اتنا ہی نظامِ ہضم میں ممد و معاون ہو گی اور جتنی موٹی ہو گی وہ بالکل ہضم نہیں ہو گی۔ اب ہضم پر غور و خوض کرنا اور اللہ تعالیٰ کی قدرت نمائی کا پتہ لگانا از بس ضروری ہے، یہ کھیل بڑا عجیب و غریب ہے اس پر جتنا بھی غور کیا جائے عجائبات پائیں گے۔

ہر جاندار اخلاطِ اربعہ سے مرکب ہے | (۱) خون ہے کہ اس کی چار اقسام ہیں (۲) صفرا ہے اسکی پانچ اقسام ہیں (۳) بلغم ہے اس کی اقسام بھی پانچ ہیں (۴) سودا ہے اس کی اقسام بھی پانچ ہیں۔ خوب غور فرمائیں یہ کل اخلاطِ اربعہ کی تقسیم اُنّیس ۱۹ ہوئی۔ طبیب مریض کی نبض پر چار انگلیاں رکھتا ہے تو انہی اقسام کو ذہن میں رکھتا ہے اور ہر قسم کو سمجھ کر بیماری کی تشخیص کرتا ہے۔ یہ فن صرف اور صرف یونانی طبیبوں ہی کے پاس ہے اور وہی اندر کی مشینری کا کھوج لگا کر اس کا علاج کرتا ہے۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔

غذا کو جتنا زیادہ چبائیں گے جلد ہضم ہوگا | اوپر بندہ نے عرض کیا ہے معدہ میں آنت ہیں دانت

نہیں ہیں لہذا جو غذا منہ میں چبائی جائے اس کی کم از کم منہ اور دانتوں کی چکی ۳۶ بار چلنی ضروری ہے۔ زیادہ جتنا بھی اس چکی سے باریک کریں گے وہ ہضم بہت جلد ہو کر جلد جزو بدن بنے گی اور جو موٹی رہ جائے گی وہ اسی طرح خارج ہو جائے گی اور جزوِ بدن نہیں بنے گی۔ یہ نمبر ا ہے۔

نمبر ۲ جتنا منہ کا لعاب غذا کے ساتھ شامل ہوگا وہ نظامِ ہضم میں بہت مدد دے گا۔ یہ ایک کارخانۂ قدرت کی نیرنگیاں ہیں

اخلاطِ اربعہ کا مقام (۱) خون کا مقام جگر ہے (۲) بلغم کا مقام پھیپھڑہ ہے (۳) صفرا کا مقام پتہ ہے۔ سودا کا مقام تلی ہے۔ جب تک تمام اخلاط غذا سے پوری طرح بن نہیں جاتیں اس وقت تک معدہ میں غذا موجود رہنی ضروری ہے اور اگر یہ مقصد حاصل نہ ہو تو غذا کے کھانے کی وجہ بیکار ہوئی۔ اسی طرح سے ہضم بھی پانچ ہیں: نمبر (۱) معدہ ہے۔ غذا نرخرہ سے ہوتی ہوئی سیدھی معدہ میں جاتی ہے۔ یہ پہلا ہضم ہے۔ نمبر (۲) تلی ہے۔ یہ مقام سودا کا ہے۔ نمبر (۳) پتہ ہے یہ مقام صفرا کا ہے۔ نمبر (۴) جگر کا ہے۔ یہ مقام خون کا ہے۔ نمبر (۵) پھیپھڑہ ہے یہ مقام بلغم کا ہے۔

تشریح اس کی یہ ہے کہ غذا معدہ میں ہضم ہو کر معدہ میں ثُفل یعنی غلاظت جو کہ قابلِ انداخت ہوتی ہے چھوڑ دیتی ہے۔ یہ پہلا ہضم ہو گیا۔ اس سے پھر اچھی غذا جزوِ بدن بننے کے لیے دوسرے ہضم کے مقام پتہ میں ہضم ہو جاتی ہے وہاں پتہ صفرا لے لیتا ہے۔ پھر اس سے تیسرے ہضم کی طرف منتقل ہوتی ہے۔ وہاں تلی اپنا سودا لے لیتی ہے۔ پھر اس سے بھی اچھی غذا پھیپھڑوں کی طرف منتقل ہوتی ہے پھر اس مقام پر جگر ہوتا ہے۔ وہ سب سے بہترین اخلاط میں سے خون حاصل کر لیتا ہے۔ دیکھیں کیسے کیسے اس غذا میں تغیرات و انقلابات آئے۔ اس خون سے ماں کے سینہ میں دودھ بنتا ہے۔ بچہ والی ماں بچہ کو دودھ پلاتی ہے جو کہ پانچ مقامات پر فلٹر ہو کر اور چھن کر دودھ کی شکل میں قدرت نے پیدا کیا ہے۔ بچہ دودھ پیتا ہے وہ کراہتا ہے اور روتا ہے بچہ کے نانا نانی یا دادا دادی یا باپ کہتے ہیں کہ بیٹی تو نے کوئی سخت چیز کھائی ہے وہ انکار کرتی ہے کہ میں نے کوئی چیز نہیں کھائی، تو اب نظامِ قدرت ملاحظہ فرمائیں کہ وہ کہتے ہیں کہ ابھی یہ بچہ پاخانہ کرتا ہے تو پتہ لگ جائے گا کہ کیا کھایا ہے۔ بچے کے پیٹ سے جو چیز ماں نے کھائی وہ ہی چیز بنی ہوئی خارج ہو گی۔ اگر چنے کھائے پورا دانہ نکلے گا۔ اگر گوشت کا ٹکڑا کھایا تو گوشت کا ٹکڑا بنا ہوا نکلے گا۔ اگر پکوڑہ وغیرہ کھایا تو وہ ہی پورا بنا بنایا نکلے گا۔ یہ قدرت کی کارسازیاں ہیں۔ کوئی انسان نہیں بنا سکتا۔ یہی باتیں خدا کا ہونا بتلاتی ہیں۔ اگر آپ ان

بقیہ بر صفحہ ۶۰

قسط : ۱

تحفۂ اصلاحی

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدُ الواحِد

ابین احسن اصلاحی صاحب نے اپنی تفسیر "تدبر القرآن" کے علاوہ اصولِ تفسیر میں "مبادی تدبر تفسیر" اور اصولِ حدیث میں "مبادی تدبرِ حدیث" بھی لکھی ہیں۔ اصلاحی صاحب کے مبادی اس بات کا کھلا ثبوت ہیں کہ ع

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو

اپنے سلسلہ مبادی میں انہوں نے جو گل افشانیاں کی ہیں وہ مدلل ابطال اور احقاق حق کے ساتھ ہدیۂ قارئین ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالٰی اس کو اصلاحِ احوال کا ذریعہ بنائے آمین

ابین احسن اصلاحی صاحب لکھتے ہیں :

"حدیث اور سنّت کو لوگ عام طور پر بالکل ہم معنی سمجھتے ہیں۔ یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ حدیث اور سنّت میں آسمان و زمین کا فرق اور دین میں دونوں کا مرتبہ و مقام الگ الگ ہے۔ ان کو ہم معنی سمجھنے سے بڑی پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہیں۔" (مبادی تدبر حدیث ص۱۹)

ابین احسن اصلاحی صاحب کے اس اقتباس سے اگرچہ یہ خیال ہوتا ہے کہ حدیث اور سنّت کو ہم معنی سمجھنے کی غلطی میں شاید عام لوگ مبتلا ہیں جبکہ اصحابِ علم ان کے مابین فرق سے بخوبی آگاہ ہیں، لیکن امرِ واقع پر نظر کریں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ ان دونوں اصطلاحوں کے مترادف ہونے کے قائل جمہور محدثین فقہاء ہیں مندرجہ ذیل حوالہ جات اس پر شاہد ہیں :

(۱) أما السنة فتطلق فی الاکثر علی ما اضیف إلی النبی صلّی اللہ علیہ وسلم

رہی سنّت تو اکثر اس کا اطلاق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیے گئے قول فعل یا تقریر پر کیا جاتا ہے

من قول أو فعل أو تقرير فهي مرادفة للحديث عند علماء الاصول

(٢) الحديث اقوال النبي صلى الله عليه وسلم وأفعاله ويدخل في افعاله تقريره وهو عدم انكاره لامر رآه أو بلغه عمن يكون منقادا للشرع واما ما يتعلق به عليه الصلوٰة والسلام من الاحوال فانكانت اختيارية فهي داخلة في الافعال وانكانت غير اختيارية كالحلية لم تدخل فيه اذ لا يتعلق بها حكم يتعلق بنا وهذا التعريف هو المشهور عند علماء اصول الفقه وهو الموافق لفنهم ـ وذهب بعض العلماء الى ادخال كل ما يضاف إلى النبي صلى الله عليه وسلم في الحديث فقال في تعريفه علم الحديث اقوال النبي عليه الصلوٰة والسلام وافعاله واحواله وهذا التعريف هو المشهور عند علماء الحديث وهو الموافق لفنهم فيذكر في ذلك اكثر ما يذكر في كتب السيرة كوقت ميلاده عليه الصلوة والسلام ومكانه ونحو ذلك

اور یہ علمائے اصول کے نزدیک حدیث کے مرادف ہے۔ (توجیہ النظر ص۳)

حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال کو کہتے ہیں۔ آپؐ کے افعال میں آپ کی تقریر بھی شامل ہے۔ جس سے مراد یہ ہے کہ آپ نے کوئی بات دیکھی یا آپ تک شریعت کے تابع کسی شخص کی بات پہنچی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر انکار نہیں فرمایا ہے وہ افعال جن کا تعلق نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہے تو اگر وہ اختیاری ہیں تو وہ آپ کے افعال ہیں شامل ہیں اور اگر وہ غیر اختیاری ہیں جیسے حلیہ تو وہ شامل نہیں ہیں، کیونکہ ان کے ساتھ ہم سے متعلق حکم کا تعلق نہیں ہے۔ یہ تعریف علمائے اصول فقہ کے ہاں مشہور ہے اور یہ ان کے فن کے موافق ہے۔ بعض علماء اس بات کی طرف گئے ہیں کہ ہر وہ بات جس کی اضافت ونسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو حدیث میں شامل ہے۔ لہٰذا وہ اپنی تعریف میں یوں کہتے ہیں کہ حدیث نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقوال، افعال اور احوال کا نام ہے۔ علمائے حدیث کے نزدیک یہ تعریف مشہور ہے اور یہی ان کے فن کے موافق ہے۔ لہٰذا بہت سی وہ باتیں جو کتبِ سیرت میں ذکر کی جاتی ہیں مثلاً نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وقتِ ولادت جائے ولادت وغیرہ ان کا ذکر بھی حدیث میں ملتا ہے۔

(توجیہ النظر ص۲)

مندرجہ بالا دونوں ہی اقتباسات میں حدیث اور سنّت کی جو تعریفیں کی گئی ہیں ان کو دیکھ کر اس بات کو جان لینا چنداں مشکل نہیں ہے کہ دونوں مترادف ہیں۔ علاوہ ازیں ان سے یہ بات بھی عیاں ہے کہ چونکہ سنت کی تعریف میں کوئی تفصیل ذکر نہیں کی گئی، لہٰذا سنّت میں تمام امور شامل ہیں خواہ ان کا تعلق عملی زندگی سے ہو یا وہ عقائد و ایمانیات اور شانِ نزول وغیرہ سے متعلق ہوں۔

(۳) السنة الطريقة المعتادة وفي الاصول قوله وفعله وتقريره وفي فقه الحنفية ما واظب على فعله مع ترك ما بلا عذر (كتاب التحرير لابن الهمام)

سنّت معتاد اور چلے ہوئے طریقے کو کہتے ہیں اور اصول میں اس سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول، فعل اور تقریر ہے۔ فقہ حنفیہ میں اس سے مراد وہ کام ہے جسکے کرنے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت کی ہو، البتہ کبھی بغیر عذر کے چھوڑ بھی دیا ہو۔

(۴) السنة لغةً العادة وشريعة مشترك بين ما صدر عن النبي صلى الله عليه وسلم من قول أو فعل او تقرير وبين ما واظب النبي صلى الله عليه وسلم بلا وجوب (تعريفات سيد شريف جرجاني)

لغت میں سنت عادت کو کہتے ہیں اور شرع میں یہ دو معنی کے لیے مشترک ہے ایک نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر شدہ قول، فعل یا تقریر اور دوسرے وہ کام جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا وجوب مواظبت کی ہو۔

(۵) أما معناها شرعا اى في اصطلاح اهل الشرع فهي قول النبي صلى الله عليه وسلم وفعله وتقريره (ارشاد الفحول للشوكاني)

رہا سنّت کا شرعی معنی تو اہلِ شرع کی اصطلاح میں یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول فعل اور آپ کی تقریر کو کہتے ہیں۔

(۶) أما شرعا فهي (اى السنة) قول النبي صلى الله عليه وسلم وفعله وتقريره وتطلق بالمعنى العام على الواجب وغيره في عرف اهل

رہا شرعاً تو سنّت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل اور تقریر کو کہتے ہیں اور معنی عام کے اعتبار سے اہلِ لغت کے عرف میں اس کا اطلاق واجب اور غیر واجب پر بھی ہوتا ہے . . . دلائل میں حدیث سے مراد

اللغة والحديث... وفي الادلة ماصدر عن النبي صلى الله عليه وسلم من غير القرآن من قول أو فعل أو تقرير	وہ قول، فعل اور تقریر ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کے علاوہ صادر ہوئی ہو۔ (حصول المامول من علم الاصول للنواب صدیق حسن خان)
⑦ المراد بالسنة هنا اقواله و افعاله واحواله المعبر عنها بالشريعة والطريقة والحقيقة (مرقاۃ المفاتیح لملا علی قاری)	یہاں سنت سے مراد آپ کے اقوال اور افعال اور احوال ہیں جن کو شریعت، طریقت اور حقیقت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔
⑧ السنة في الاصطلاح الشرعي هي ما صدر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من قول أو فعل أو تقرير (علم اصول الفقہ لعبد الوھاب خلاف)	اصطلاح شرعی میں سنت سے مراد وہ قول یا فعل یا تقریر ہے جس کا صدور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا ہو۔
⑨ السنة في اللغة الطريقة والعادة وفي الاصطلاح في العبادات النافلة وفي الادلة وهو المراد ههنا ماصدر عن النبي صلى الله عليه وسلم غير القرآن من قول ويسمى الحديث أو فعل او تقرير۔ (التلویح لسعد الدین التفتازانی)	لغت میں سنّت طریقے اور عادت کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں نفلی عبادات میں اس کا استعمال ہے اور دلائل میں اس سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہونے والے قول (اس کو حدیث بھی کہتے ہیں) یا فعل یا تقریر ہے۔ (علامہ تفتازانی رحمہ اللہ کے قول کے مطابق حدیث اخص اور سنت اعم ہے)

⑩ جمہور محدثین وفقہا کا مختار یہی ہے کہ سنت اور حدیث (مرفوع) مترادف ہیں اور وہ سنّت کو حدیث کے معنی ہی میں استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ بیشتر محدثین کی کتب حدیث کے نام اسی بنا پر سنن رکھے گئے ہیں جیسے سنن ابوداؤد، سنن نسائی، سنن دارمی، سنن دارقطنی وغیرہ اور متعدد قدیم وجدید محدثین نے اپنی تصانیف کا نام کتاب السنۃ رکھا ہے۔

لیکن جو حضرات محدثین سنت اور حدیث میں فرق کرتے ہیں وہ حدیث کا لفظ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے نکلے ہوئے اقوال (اوامر و نواہی) کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں بالفاظِ دیگر صرف قولی یا تقریری روایات کو حدیث ـــــ کہتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر شدہ اعمال و اخلاق کو سنت کہتے ہیں بالفاظِ دیگر صرف فعلی روایات کو سنّت کہتے ہیں۔

ڈاکٹر صبحی صالح نے اپنی کتاب "علوم الحدیث" میں اسی فرق کو اس انداز سے اختیار کیا ہے کہ وہ حدیث کو اعم اور سنّت کو اخص قرار دیتے ہیں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں :

(۱۱) لو اخذنا بالرأی السائد بین المحدثین ولا سیما المتاخرین منهم لرأینا الحدیث والسنة مترادفین متساویین یوضع احدهما مکان الآخر ففی کل منهما اضافة قول أو فعل أو تقریر أو صفة إلی النبی صلی الله علیه وسلم...

اگر ہم محدثین اور خصوصاً ان میں سے متاخرین کے نزدیک مشہور رائے کو لیں تو ہم سنّت اور حدیث کو مترادف اور مساوی پائیں گے کہ ایک کو دوسرے کی جگہ استعمال کیا جاتا ہے، لہذا ان میں سے ہر ایک میں کسی قول یا فعل یا تقریر کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اضافت ہوتی ہے.....

والسنة فی الاصل لیست مساویة للحدیث فانها تبعا لمعناها اللغوی کانت تطلق علی الطریقة الدینیة التی سلکها النبی صلی الله علیه وسلم فی سیرته المطهرة لان معنی السنة لغة الطریقة۔ فاذا کان الحدیث عاما یشمل قول النبی وفعله ۔ فالسنة خاصة باعمال النبی علیه السلام

سنت اصل میں حدیث کے مساوی نہیں ہے کیونکہ سنت کے معنیٰ لغوی کی پیروی میں اس کا اطلاق اس دینی طریقہ پر کیا جاتا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سیرت مطہرہ کے لیے اختیار فرمایا۔ یہ اس وجہ سے کہ لغت میں سنّت کا معنیٰ طریقہ ہے۔ پس جب حدیث عام ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کو شامل ہے تو سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال کے ساتھ خاص ہے۔

وفی ضوء هذا التبیان بین ...

ان دونوں مفہوموں کے درمیان فرق کی روشنی

المفهومين نددك قول المحدثين احيانا "هذا الحديث مخالف للقياس والسنة والاجماع" أو قولهم "امام في الحديث وامام في السنة وامام فيهما معاً"

یں ہمیں محدثین کی یہ بات سمجھ میں آتی ہے جو وہ کبھی کبھی کہتے ہیں کہ یہ حدیث قیاس سنّت اور اجماع کی مخالف ہے یا ان کی یہ بات کہ فلاں حدیث میں امام ہے اور فلاں سنّت میں امام ہے اور فلاں دونوں ہی میں امام ہے۔

["من ذالك مايراه عبد الرحمٰن بن مهدى من ان سفيان الثورى امام في الحديث والاوزاعى امام في السنة وليس بامام في الحديث ومالك بن انس امام فيهما جميعاً"]

[جیسا کہ عبدالرحمٰن بن مہدی کی رائے ہے کہ سفیان ثوری حدیث میں امام ہیں اور اوزاعی سنّت میں امام ہیں حدیث میں نہیں۔
اور مالک بن انس رضی اللہ عنہ دونوں ہی میں امام ہیں۔]

واغرب من هذا كله أن أحد المفهومين يدعم بالآخر كانهما متغايران من كل وجه حتىٰ صح ان يذكر ابن النديم كتابا بعنوان "كتاب السنن بشواهد الحديث"

(علوم الحديث صبحى صالح ص۱۱-۱۲)

ان سب سے زیادہ انوکھی بات یہ ہے کہ ایک مفہوم کو دوسرے سے سہارا ملتا ہے۔ گویا کہ دونوں مفہوم ایک دوسرے سے ہر اعتبار سے متغایر ہیں۔ یہاں تک کہ ابن الندیم کے لیے کتاب السنن بشواہد الحدیث جیسے نام کی کتاب کا ذکر صحیح ہوا۔

ان حوالہ جات سے واضح ہوا کہ :

(ا) جمہور فقہا و محدثین سنت و حدیث کو مترادف مانتے ہیں۔

(ب) علامہ سعدالدین تفتازانی رحمہ اللہ (اور موجودہ دور میں صبحی صالح) نے دونوں کے درمیان عموم خصوص کی نسبت بیان کی ہے۔ اس نسبت کے ہوتے ہوئے بعض صورتوں میں سنت و حدیث ایک ہو جاتے ہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال میں۔

(ج) ایک قول یہ ذکر کیا گیا ہے کہ قولی و تقریری روایت کو حدیث کہتے ہیں اور فعلی روایت کو سنت کہتے ہیں۔ اس قول کے مطابق حدیث و سنّت دونوں روایت ہی کی اقسام ہیں،

پہلے دو قولوں سے اصلاحی صاحب کے دعویٰ کا غلط ہونا واضح ہے اور محتاجِ بیان نہیں۔ تیسرا قول بھی اصلاحی صاحب کے قول سے مختلف ہے، کیونکہ اصلاحی صاحب کے نزدیک سنّت سے مراد خارج میں عملی صورت ہے جو تواتر سے منتقل ہوتی چلی آئی ہے اور جس کا روایت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اصلاحی صاحب سنت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"سنّتِ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی وہ طریقہ جو آپ نے بحیثیّت معلم شریعت اور بحیثیّت کامل نمونہ کے، احکام ومناسک کے ادا کرنے اور زندگی کو اللہ تعالیٰ کی پسند کے سانچہ میں ڈھالنے کے لیے عملاً اور قولاً لوگوں کو بتایا اور سکھایا" (مبادی تدبر حدیث ص۲۹)

نیز لکھتے ہیں :

"سنّت کی بنیاد احادیث پر نہیں ہے ... بلکہ امت کے عملی تواتر پر ہے"

(مبادی تدبر حدیث ص۲۸)

اصلاحی صاحب کا یہ کہنا کہ سنت کی بنیاد احادیث پر نہیں ہے اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ سنّت کی بنیاد روایت پر نہیں ہے۔

اصلاحی صاحب کا تمام فقہا ومحدثین کو بیک قلم غلطی پر قرار دینا خود ان کے غلطی پر ہونے کی بڑی دلیل ہے۔

علاوہ ازیں حدیث اور سنّت کے الفاظ فنِ حدیث میں بطور اصطلاح کے استعمال ہوتے ہیں اور ہر صاحبِ فن کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ اپنے لیے اصطلاح خود وضع کرے۔ کسی دوسرے کو اس پر اعتراض کرنے کا حق نہیں ہوتا۔ اصلاحی صاحب نے اس طور سے بھی اپنی حدود سے تجاوز کیا اور مسلمہ اصولوں کے برخلاف ایسی بات پر (یعنی سنّت وحدیث کے مترادف اصطلاحات وضع کیے جانے پر) اعتراض کیا، حالانکہ قاعدہ ہے کہ لا مشاحۃ فی الاصطلاح۔

مولانا نعیم الدّین صاحب، فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور خدمتِ خلق

حضرت امام غزالی رحمہ اللہ (م ۵۰۵ھ) تحریر فرماتے ہیں:

"جس زمانے میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بصرہ کے گورنر تھے ان دنوں کی بات ہے کہ بصرہ کے چند قاری آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارا ایک پڑوسی ہے جو بہت زیادہ روزے رکھنے والا اور بہت زیادہ تہجد پڑھنے والا ہے۔ اس کی عبادت کو دیکھ کر ہم میں سے ہر شخص رشک کرتا ہے کہ اس کی سی عبادت ہم بھی کیا کریں۔ اس نے اپنی لڑکی کا نکاح اپنے بھتیجے سے کر دیا ہے، لیکن وہ غریب ہے اور اس کے پاس جہیز کے لیے کوئی چیز نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اُٹھے اور ان حضرات کو لے کر اپنے گھر تشریف لے گئے اور ایک صندوق کھولا جس میں سے چھ توڑے[1] نکالے اور ان حضرات کے حوالے کر دیئے کہ اس کو دیدیں۔ یہ لے کر چلنے لگے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے فرمایا کہ ہم لوگوں نے اس کے ساتھ انصاف کا برتاؤ نہیں کیا۔ یہ مال اگر اس کے حوالے کر دیا جائے گا تو اس غریب کو بڑی دِقّت ہو گی وہ جہیز کے انتظام کے جھگڑے میں لگ جائے گا جس سے اس کی مشغولی بڑھ جائے گی، اس کی عبادت میں حرج ہو گا۔ اس دُنیا کم بخت کا ایسا درجہ نہیں ہے کہ اس کی وجہ سے ایک عبادت گزار مومن کا حرج کیا جائے۔

---

[1] روپیہ یا اشرفی کی تھیلی توڑا کہلاتی ہے۔

ہماری اس میں کیا شان گھٹ جائے گی کہ ایک دیندار کی خدمت ہم ہی کر دیں، لہٰذا اس مال سے شادی کا سارا انتظام ہم سب مل کر دیں اور سامان تیار کر کے اس کے حوالے کر دیں ۔ وہ حضرات بھی اس پر راضی ہو گئے اور سارا سامان اس رقم سے مکمل تیار کر کے اس عبادت گذار فقیر کے حوالے کر دیا[1]"۔

حضرت مدنی رحمہ اللہ کا میز کرسی پر کھانے سے انکار

قاضی اطہر مبارکپوری اپنے مقالے "حضرت مدنیؒ کا پہلا سفر کوکن" میں تحریر فرماتے ہیں :

"کیپٹن صاحب نے حضرت مدنیؒ کے اعزاز میں نہایت پُر تکلف دعوتِ طعام کا انتظام کیا جس میں سینکڑوں خدّام و متوسلین شریک تھے ۔ جہاز کے عرشے پر نہایت قرینہ سے میز کرسیاں لگوائیں ۔ حضرت مدنیؒ جب اوپر تشریف لے گئے اور یہ تکلفات دیکھے تو فرمایا کہ میں میز کرسی پر نہیں کھاتا ہوں ، یہ جملہ سنتے ہی کیپٹن صاحب نے جہاز کے خلاصیوں اور ملازموں کو آواز دی اور میز کرسیاں اٹھوا کر ستر نجیاں (دریاں) بچھوا دیں[2]"۔

اس واقعہ سے وہ لوگ عبرت حاصل کریں جو دیندار اور حضرت مدنیؒ کے نام لیوا ہونے کے باوجود میز کرسیوں پر کھانا تو بہت معمولی بات ہے کھڑے ہو کر کھانے سے بھی گریز نہیں کرتے ۔

ہماری حالت

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ رحمہ اللہ (م ۱۳۶۲/۱۹۴۳) فرماتے ہیں :

"حالتِ موجودہ بالکل اس کے مشابہ ہے کہ ایک وزیر نے آثار سے معلوم کیا کہ ایک بارش ہو گی اور جو کوئی اس کا پانی پیئے گا مجنوں ہو جائے گا، بادشاہ سے عرض کیا اور اس کی اجازت سے یہ انتظام کیا کہ اچھے پانی کا ایک حوض بھر لیا گیا، تاکہ اس بارش کا پانی استعمال نہ کریں، چنانچہ وہ بارش ہوئی اور بجز بادشاہ اور وزیر کے سب نے اس کا پانی پیا اور مجنوں ہو گئے ۔ اب شہر میں جلسے شروع ہوئے کہ وزیر بادشاہ مجنوں ہو گئے ہیں ان کو تخت و تاج سے الگ کر دینا چاہیئے۔

---

[1] احیاء العلوم عربی ج ۳ ص ۲۴۸ [2] شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی حیات و کارنامے مرتبہ ڈاکٹر رشید الوحیدی ص ۱۳

بادشاہ بہت گھبرایا اور وزیر سے مشورہ کیا، بعد مشورہ یہ قرار پایا کہ ہم تم بھی پی لیں، غرض کہ بادشاہ اور وزیر نے بھی وہ پانی پی لیا اُن کی بھی وہی مجنونانہ حالت ہوگئی۔ سب رعایا میں خوشی ہوئی کہ بادشاہ اور وزیر کو خدا نے صحت عطا فرما دی ہے۔ وہی صورت قریب قریب یہاں نظر آرہی ہے[1]

ایک مُنکرِ حدیث سے گفتگو

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ (م ۱۴۰۳/ ۱۹۸۳) فرماتے ہیں :

"میں ایک دفعہ یہیں پاکستان میں کراچی سے لاہور آرہا تھا۔ ریل کا سفر تھا۔ اسی گاڑی میں ایک صاحب سوار ہوئے جو اپ ٹوڈیٹ قسم کے آدمی تھے۔ انہوں نے اس قدر نیاز مندی سے میرے ساتھ برتاؤ کیا اور اتنی خدمت کی کہ ذرا میں لوٹے کی طرف ہاتھ بڑھاؤں تو فوراً پانی بھر کر لائیں اور کسی چیز کا اشارہ بھی کروں، سمجھ جائیں، وہ لاکر رکھ دیں۔ بہت بڑی خدمت کی، اخیر کئی گھنٹے تک وہ بچارے محبت سے خدمت کرتے رہے۔ میرے دل میں قدر ہوئی کہ بھئی بالکل ہی جدید تعلیمیافتہ اور نو فکر آدمی اور اس طالب علم کے آگے اس قدر محبت سے پیش آئے، بڑی دل میں قدر ہوئی۔ ____ وہ تھے اصل میں منکرِ حدیث۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ مجھے انکارِ حدیث (کی بحث وتمحیص) کے اوپر لائیں۔ اس لیے خدمت کو انہوں نے پیش خیمہ بنایا اخیر میں انہوں نے اپنا مقصد ظاہر کیا ____ احادیث پر کچھ اعتراضات کرنے شروع کیے کہ وہ قابلِ اعتبار نہیں۔ اک تاریخ کا درجہ رکھتی ہیں۔

میں نے کہا، آپ کسی چیز کو مانتے بھی ہیں ؟ کہنے لگے قرآن ____ میں نے کہا، قرآن کا قرآن ہونا آپ کو کیسے معلوم ہوا ؟ کیا آپ پہ وحی آگئی تھی کہ یہ قرآن ہے۔ کیسے پتہ چلا ؟ کہنے لگے اللہ کے رسول کے ارشاد سے ____ میں نے کہا، وہ ارشاد ہی تو حدیث ہے، تو قرآن کا قرآن ہونا تو حدیث پر موقوف ہے۔ حدیث کا آپ انکار کر دیں گے تو کونسی شرط ہے قرآن کے قرآن ہونے کی ؟ کیسے آپ انکار کرتے ہیں ؟ تو وہ چپ ہوگئے۔

کہنے لگے کہ دل سے تو حدیث کا انکار واقعی مشکل ہے۔ باقی حدیثیں ایسی بھی ہیں کہ بعض قابلِ اعتبار نہیں ____ تو میں نے کہا کہ جنس کو تو آپ نے مان لیا آپ مصر کیوں ہیں کہ حدیث کی قسمیں

---

[1] الافاضات الیومیہ ج ۲ ص ۲۲۷

ہیں ـــــ مَیں نے کہا جہاں تک حدیث کی قسمیں ہیں محدثین نے خود ان کی صراحت کی ہے ـــــ کہ ہر حدیث کا ایک درجہ نہیں ہے۔

جو حدیث متواتر ہے اور تواتر سے ثابت ہے وہ مورثِ یقین ہے ان کا انکار ایسا ہی ہے جیسے قرآن کا انکار۔ قرآن کی ایک آیت کا آدمی انکار کر دے تو اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ حدیثِ متواتر کے انکار سے بھی دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔

دوسرے درجہ کی حدیث، حدیثِ مشہور ہے۔ وہ اگر مورثِ یقین نہیں، تو ظنِ غالب کی مورث تو ہے ہی۔ ظنِ غالب تو پیدا ہوگا اور ظنِ غالب پر ہزاروں احکام کا مدار ہے تو وہ بھی حجت ہوگی۔

تیسرا درجہ خبرِ واحد کا ہے۔ وہ اگر ظنِ غالب نہیں تو مطلق ظن تو پیدا کرتی ہے اور ظن سے انکار نہیں کیا جا سکتا ـــــ بہت سے احکام ظن اور گمان پہ مبنی ہیں کہ آدمی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا۔ وضو میں پیروں کا دھونا ضروری ہے اور ذرا بھی خشک رہ جائے، وضو نہیں ہوگی، لیکن آپ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ ایڑی دُھل گئی ہے یا نہیں؟ آپ دیکھ ہی نہیں سکتے۔ ظنِ غالب ہی تو ہوتا ہے کہ پیر دھل گیا۔ اس ظنِ غالب پر شریعت بھی حکم دیتی ہے کہ ہاں دُھل گیا۔ وضو ہو گئی ـــــ تو بہت سے احکام کا مدار ظن پر بھی ہوتا ہے، تو حدیث اگر ظن ہی پیدا کر دے وہ بھی حجت کی شان رکھتی ہے۔ آپ کا گمان جب فعل کے جائز ہونے پر حجت بن جاتا ہے تو حدیث اگر ظن ہی پیدا کرے تو وہ کیوں حجت نہیں بنے گی؟ تو مَیں نے کہا یہ تو خود محدثین نے تصریح کر دی ہے کہ ہر حدیث ایک درجے کی نہیں ہے ـــــ تو جنسِ حدیث کو آپ نے مان لیا۔ اقسامِ حدیث وہ قابلِ اعتراض ہیں تو خود محدثین ہی تقسیم کرتے ہیں۔ اب آپ کو اعتراض کیا ہے؟ کہنے لگے اب تو کچھ اعتراض نہیں۔ مَیں نے کہا اب تو حدیث ـــــ کا انکار نہیں کرو گے؟ کہنے لگے نہیں اب نہیں کروں گا ـــــ تو لاہور آتے آتے ان کا خیال درست ہو گیا[1]۔

---

[1] خطباتِ حکیم الاسلام ج ۱ ص ۷۷ تا ۷۹

تبصرے کے لئے ہر کتاب کے دو نسخے آنے ضروری ہیں۔

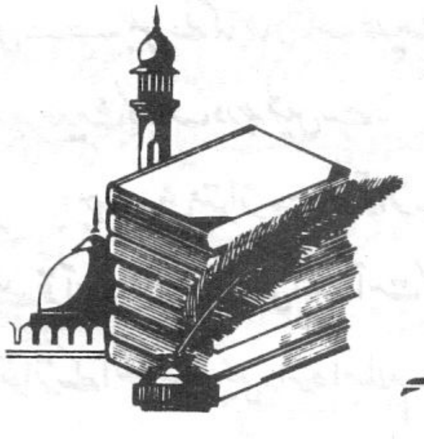

تقریظ و تنقید

مختلف تبصرہ نگاروں کے قلم سے

نام کتاب : مکتوبات شیخ الاسلام (سلوک و طریقت)

مرتب : مولانا محمود احمدؒ

صفحات : ۳۳۸

سائز : ۲۳ × ۳۶ / ۱۶

قیمت : ۷۵/ روپے

ناشر : مجلس یادگار شیخ الاسلام کراچی

ملنے کا پتہ : مکتبہ شریفیہ نزد مقدس مسجد اردو بازار کراچی۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں! اللہ تعالیٰ نے آپ کو دینِ اسلام کے تمام گوشوں پر جو بصیرت اور مہارت عطا فرمائی تھی وہ کم ہی کسی کو نصیب ہوتی ہے۔ آپ کی شخصیت کی جامعیت اور علومِ اسلامیہ میں مہارت کا اندازہ آپ کے مکاتیب سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے مولانا نجم الدین اصلاحی صاحبؒ کو انہوں نے آپ کے مکاتیب کو چار جلدوں میں جمع فرما کر آپ کے علوم و معارف سے استفادہ کی صورت پیدا فرما دی۔ حضرت قدس سرہٗ کے ان مکاتیب میں شریعت و طریقت، سلوک و معرفت، مذہب و سیاست وغیرہ امور سے متعلق انتہائی بیش قیمت معلومات ہیں جو بڑی بڑی کتابوں سے مستغنی کر دیتی ہیں۔

زیرِ نظر کتاب "مکتوبات شیخ الاسلام" (سلوک و طریقت) میں حضرت مدنی رحمہ اللہ کے ان مکاتیب کا انتخاب پیش کیا گیا ہے جو سلوک و معرفت سے متعلق ہیں۔ یہ انتخاب حضرتؒ کے

ایک شاگرد مولانا محموؔ احمد صاحبؒ نے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ اور حضرت مولانا سیدؔ اسعد مدنی دامت برکاتہم کے ارشاد کی تعمیل میں کیا ہے۔ پہلے یہ مکاتیب مکتبہ دینیہ دیوبند انڈیا میں طبع ہوئے تھے۔ انہی کا عکس لے کر مجلس یادگار شیخ الاسلام کراچی نے شائع کیا ہے ڈائی دار جلد کے ساتھ مزین مکتوبات کی یہ جلد مارکیٹ میں مناسب نرخ پر دستیاب ہے۔

نام کتاب : شعبان المعظم فضائل، اعمال، بدعات

مرتب : مولانا تنویر احمد شریفی

صفحات : ۱۷۶

سائز : $\frac{۲۰ \times ۳۰}{۱۶}$

ناشر : مکتبہ شریفیہ اردو بازار کراچی

قیمت : ۲۱ روپے

فاضل نوجوان مولانا تنویر احمد صاحب شریفی علم و عمل سے سرشار ہونے کے ساتھ اکابر علماءِ اہلسنت کی تحریرات کی اشاعت کا ایک خاص جذبہ رکھتے ہیں۔ اسی جذبہ کے تحت انہوں نے بہت سی قیمتی کتابیں شائع کی ہیں۔ حال ہی میں انہوں نے شعبان و شب برأت سے متعلق اکابر کے قیمتی مضامین کو ترتیب دے کر خوبصورت انداز میں شائع کیا ہے۔ ان مضامین کے مطالعہ سے جہاں شعبان و شب برأت کی فضیلت و عظمت ظاہر ہوتی ہے وہیں شعبان و شب برأت سے متعلق پائے جانے والے بہت سے شکوک و شبہات بھی دور ہوجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مولانا موصوف کو مزید دینِ قیم کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ قارئین شعبان و شب برأت کی فضیلت سے آگاہی کے لیے ضرور اس سے استفادہ فرمائیں۔

نام کتاب : اطباء کے حیرت انگیز کارنامے

مرتب : حکیم عبدالناصر لیکچرر جامعہ طبیہ دیوبند

صفحات : ۲۳۰

سائز : $\frac{۲۳ \times ۳۶}{۱۶}$

ناشر : طیب اکیڈمی بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

قیمت : درج نہیں

محترم جناب حکیم عبدالناصر صاحب امام اہلسنّت حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمہ اللہ (م ۱۳۸۱ / ۱۹۶۲ء) کے پڑپوتے ہیں اور ان دنوں جامعہ طبیہ دیوبند یو-پی انڈیا میں لیکچرر ہیں۔ زیرِ تبصرہ کتاب "اطباء کے حیرت انگیز کارنامے" موصوف کی پہلی علمی کاوش ہے جسے آپ نے بڑی تحقیق و جستجو کے ساتھ مرتب کیا ہے۔ موصوف اس کتاب کا تعارف کراتے ہوئے رقمطراز ہیں :

"لکھنا پڑھنا اور تصنیف و تالیف ہمارے خاندان کا ایک امتیازی وصف ہے۔ اپنے اکابر کی اس نسبتِ عالیہ کی بدولت اس ناچیز کو بھی اس کا کچھ ذوق حاصل ہوا ہے۔ چنانچہ زمانۂ طالب علمی ہی سے درسی کتابوں کے علاوہ بعض دوسری علمی کتابیں بھی برابر میرے مطالعہ میں رہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت جو کتاب ناظرین کے ہاتھ میں ہے وہ میرے اسی ذوقِ کتب بینی کا ثمرہ ہے۔ اس میں میں نے کچھ ایسے واقعات جمع کرنے کی کوشش کی ہے جس سے اکابر کی فنی مہارت، حذاقت، ذہانت اور نبّاضی کے کمالات کا اندازہ ہوتا ہے۔ تاریخ اور تذکرہ کی کتابوں میں اس قسم کے عجیب و غریب واقعات بے حد و بے شمار ہیں جن میں سے بہت ہی مختصر تعداد کو میں نے یہاں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان واقعات کے مطالعہ سے ہم جیسے طالب علموں کو ایک حوصلہ، اُمنگ اور فنی خود اعتمادی حاصل ہوتی ہے اور یہ پتہ چلتا ہے کہ ہمارے اسلاف نے کیسے کیسے مشکل اور پیچیدہ امراض کا چٹکیوں میں علاج کیا ہے اور اس طرح سے عوام کے دلوں پر طبِ یونانی کا سکہ جما دیا ہے۔ میں نے ان واقعات کو جہاں اور جیسے بھی پایا ہے نقل کر دیا ہے اور مآخذ کی اہمیت اور اُقدَمیّت پر زیادہ توجہ نہیں دی ہے، کیونکہ میرا مقصد تو صرف ان حضرات کے کارناموں کو نئی نسل تک پہنچانا ہے، تاکہ وہ اپنی عملی زندگی میں کسی قسم کے احساسِ کمتری کا شکار نہ ہوں، البتہ اس کتاب میں ہر واقعہ کا عنوان اور اس میں مذکور شخصیات کے مختصر حالات پر مبنی حواشی خود میرے مرتب کردہ ہیں، تاکہ اس سے کتاب کی علمی افادیت بڑھ جائے۔"[1]

---

[1] اطباء کے حیرت انگیز کارنامے ص ۸

پہلے یہ کتاب انڈیا میں طبع ہوئی تھی اسی کا عکس لے کر طیب اکیڈمی کے کارکنان نے اسے پاکستان میں طبع کیا ہے۔ خوبصورت جلد، عمدہ کتابت و طباعت کے ساتھ مارکیٹ میں دستیاب ہے۔ قارئین اس سے استفادہ فرما کر اپنے اسلاف کے کارناموں سے آگاہی حاصل کریں۔

نام کتاب : مجموعہ وظائف اللہ کی رحمت کا خزانہ

مرتب : مولانا نذیر احمد نقش بندی

صفحات : ۱۹۲

سائز : ۲۰ × ۳۰/۱۶

ناشر : انجمن نصرت القرآن جامع مسجد مدینہ مدنی محلہ گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

قیمت : درج نہیں

مولانا نذیر احمد صاحب خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف سے متعلق ہیں۔ تصنیف و تالیف کا ذوق رکھتے ہیں۔ بہت سی کتابیں آپ کے قلم حقیقت رقم سے نکل چکی ہیں۔ زیر نظر کتاب "مجموعہ وظائف" میں آپ نے قرآن پاک کی متعدد سورتوں اور آیتوں کی فضیلت، نیز نفل نمازوں کی فضیلت، دوران حج پڑھی جانے والی دعائیں اور صبح و شام سے متعلق اوراد و وظائف کو بڑی خوبصورتی کے ساتھ پیش فرمایا ہے۔ عمدہ کاغذ و طباعت کے ساتھ یہ خوبصورت کتاب مارکیٹ میں دستیاب ہے۔

نام کتاب : شجر کاری کے فوائد شریعت اور سائنس کے آئینہ میں۔

تالیف : مولانا نور محمد صاحب

صفحات : ۱۶۸

سائز : ۲۳ × ۳۶/۱۶

ملنے کا پتہ : دار العلوم مرکزی جامع مسجد وانا وزیرستان

قیمت : درج نہیں

شریعتِ اسلامیہ میں جہاں دین و دنیا کے دیگر امور کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے وہیں اس میں شجر کاری کی ترغیب بھی دی گئی ہے۔ نہ صرف ترغیب بلکہ اس پر بہت بڑا اجر و ثواب بتلایا گیا ہے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ خود سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ اقدس سے پودے لگائے ہیں اور صحابہ کرام کا ایک انتہائی مقدس طبقہ انصار رضوان اللہ علیہم کا ذریعہ معاش

زراعت تھا۔ زیرِ تبصرہ کتاب "شجرکاری کے فوائد" میں کتاب وسنّت اور سائنس کی روشنی میں شجرکاری کے دینی و دنیوی فوائد کو بڑی خوبصورتی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ زبان و ادب کی چاشنی سے ہٹ کر کتاب اپنے موضوع پر ایک اچھی کاوش ہے۔

عمدہ کاغذ و طباعت کے ساتھ مناسب نرخ پر مارکیٹ میں دستیاب ہے۔ قارئین ضرور اس سے استفادہ فرمائیں۔ (ن۔ ا)

بقیہ : نظامِ انہضام

اصولوں کو مدِ نظر رکھ کر غذا کھائیں گے تو (۱) صحت خراب نہیں ہو گی آپ کو طاقت ملے گی (۲) آپ کا کام کرنے کو دل چاہے گا۔ فارغ بیٹھنا پسند نہیں کرو گے۔

اصولِ صحت

(۱) غذا پیٹ بھر کر نہ کھائیں، بھوک رکھ کر کھائیں۔ (۲) جب خوب بھوک چمکے تو کھائیں (۳) خوب چبا چبا کر کھائیں خواہ دیر لگے (۴) پانی کا استعمال بھی کریں (۵) غذا کا وقت مقرر کر لیں (۶) بازار کی ہر چیز حیوانات کی طرح نہ چرتے رہیں، کیونکہ اس سے بھی معدہ خراب ہو جاتا ہے (۷) پانی ۳۔۳ گھونٹ ۳ سانس یعنی ۹ گھونٹ پیئیں۔

اِس دینی رسالہ سے آپکا تعاون آپ کے اَجر اور اسکے اِستحکام، بقاء، اور ترقی کا باعث ہوگا۔

- اِس کے خریدار بنیئے اور دوسروں کو خریدار بنایئے۔
- اِس میں اشتہار دیجئے اور دوسروں سے دلوایئے
- اِس کے لیے مضامین لکھیئے اور اپنے مضمون نگار دوستوں کو اس کیلئے مضمون لکھنے کی ترغیب دیجئے۔

ماہنامہ انوار مدینہ لاہور

اخبار الجامعہ

محمد عابد
متعلم جامعہ مدنیہ

○ ۲۵ ربیع الثانی ۱۴۱۶ھ ۲۳ ستمبر ۱۹۹۵ء بروز جمعہ مولانا محمد خان شیرانی صاحب تشریف لائے اور اگلے روز واپس تشریف لے گئے۔

○ ۲۶ ربیع الثانی کو جامعہ کے معاون خصوصی حافظ محمد جمال صاحب کراچی سے تشریف لائے اور جامعہ سے متعلق مختلف امور حضرت نائب مہتمم صاحب سے تفصیل سے بات چیت کی۔

○ ۲۷ ربیع الثانی کو مسلم لیگ (ن) ملتان کے ڈسٹرکٹ صدر اور بلدیہ کے سابق چیئرمین سبحان خان مردان سے تشریف لائے۔ آپ کے ہمراہ محکمہ پاسپورٹ اسلام آباد کے اسسٹنٹ ڈائریکٹر بشیر احمد خان بھی تھے۔ آپ دونوں حضرات نے حضرت مہتمم صاحب اور نائب مہتمم صاحب سے ملاقات کی۔

○ ۲۷ ربیع الثانی ہی کو جامعہ کی مجلسِ شوریٰ کے رکن حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب مہتمم دارالہدیٰ بھکر تشریف لائے اور جامعہ میں پانچ روز قیام فرمایا۔

○ ۲ جمادی الاولیٰ کو حضرت مہتمم صاحب خوشاب تشریف لے گئے اور ۴ جمادی الاولیٰ کو واپس تشریف لائے۔

○ ۶ جمادی الاولیٰ کو جامعہ کی مجلسِ شوریٰ کے رکن حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب خلیفۂ مجاز شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ تشریف لائے۔

○ ۷ جمادی الاولیٰ کو مناظرِ اسلام حضرت مولانا محمد امین صاحب صفدر اوکاڑوی تشریف لائے اور رات جامعہ میں قیام فرمایا۔

○ ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۶ھ ۱۸ اکتوبر ۱۹۹۵ء بروز اتوار شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے صاحبزادے حضرت مولانا ارشد مدنی صاحب دامت برکاتہم استاذ الحدیث دارالعلوم دیوبند پاکستان تشریف لائے اور حسبِ معمول جامعہ ہی میں قیام فرمایا۔ اگلے روز آپ نے

جامعہ کے اساتذہ سے ملاقات کی۔ ۱۳؍جمادی الاولیٰ کو مختلف مقامات پر دورہ کرنے کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ کے ہمراہ حضرت مہتمم صاحب، مولانا سیّد مسعود میاں صاحب اور مولانا خالد محمود صاحب مدرس جامعہ بھی سفر میں تشریف لے گئے۔ آپ ۱۷؍جمادی الاولیٰ بروز جمعہ ربوہ میں منعقد ہونے والی ختمِ نبوّت کانفرنس میں شرکت فرماکر ۱۸؍جمادی الاولیٰ بروز ہفتہ بعد نمازِ عشاء واپس تشریف لائے۔

○ ۱۸؍جمادی الاولیٰ ۱۴۱۶ھ ۲۱؍اکتوبر ۱۹۹۵ء بروز ہفتہ عشاء کی نماز کے بعد جامعہ کی مسجد میں جلسہ تقسیم انعامات منعقد ہوا۔ جس کا آغاز قاری محمد ادریس صاحب مدرس شعبۂ تجوید کی تلاوت کلامِ پاک سے ہوا۔ تلاوت کے بعد مولانا نعیم الدین صاحب مدرس جامعہ نے دارالعلوم دیوبند کی مختصر تاریخ بیان فرمائی اس کے بعد ثانویہ خاصہ سال دوم کے طالب علم عبدالواحد صاحب نے نعت پیش کی اس کے بعد ششماہی امتحان منعقدہ ربیع الثانی ۱۴۱۶ھ میں کامیاب ہونے والے طلبا میں انعامات تقسیم کیے گئے۔ آخر میں حضرت مولانا سیّد ارشد مدنی صاحب دامت برکاتہم نے علماء و طلباء اور عوام کے ایک بڑے مجمع سے مفصل خطاب فرمایا۔

○ حضرت مولانا سیّد ارشد مدنی دامت برکاتہم کی آمد کی اطلاع پاکر حضرۃ قاری شریف احمد صاحب مدظلہ العالی بھی مع اپنے پوتے مولانا تنویر احمد شریفی کے کراچی سے تشریف لے آئے اور مولانا ارشد مدنی صاحب مدظلہ سے ملاقات کی۔ اس سال جامعہ کے ششماہی امتحان کے درجہ کتب کا اجمالی جائزہ:

کل شرکاء درجہ کتب : ۱۴۳، ممتاز ۶۸، جید جداً : ۲۴، جید : ۲۳، مقبول : ۱۸، راسب : ۱۰

درجہ کتب بشمول تجوید و قرأۃ کے قابل انعام طلبہ : ۱۵

درجہ حفظ و ناظرہ کے قابلِ انعام طلبہ : ۱۰

○ ۲۰؍جمادی الاولیٰ بروز منگل جامعہ کی مسجد میں صلوٰۃ کسوف ادا کی گئی جس میں اساتذہ، طلباء اور عوام نے شرکت کی۔